مرکز اہلسنت خانقاہِ رضویہ اور منظر اسلام کا دینی، مسلکی اور علمی ترجمان

ماہنامہ اعلیٰ حضرت

بریلی شریف

صفر المظفر/ربیع الاول ۱۴۴۴ھ

ستمبر/اکتوبر ۲۰۲۲ء

Monthly : 35/-
Yearly : 350/-

مدیر اعلیٰ

(مولانا) محمد سبحان رضا خاں "سبحانی میاں"

اپنی نئی نسل کو ہلاکت خیزی سے بچائیں

آج کا ہلاکت خیز ماحول سب کے سامنے ہے۔مذہب ومسلک اور شریعت مطہرہ سے ہمیں اور ہماری نسلوں کو شاطرانہ طور پر انتہائی خطرناک منصوبہ بندی کے ساتھ دور ونفور کیا جا رہا ہے۔اسلام اور مسلم دشمن کچھ زعفرانی میڈیا چینل رات ودن مذہب اسلام اور شریعت مطہرہ کو نیچا دکھانے اور مسلمانوں کو ملک مخالف ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگائے ہوئے ہیں۔ملک کے ماحول کو خراب کرنے میں کوشاں ایسے میڈیا چینلوں سے اپنی نسل نو کو دور رکھیں،ان چینلوں پر جو نام نہاد مسلم اسکالر اور مصنوعی علما ڈبیٹ میں پیسے لے کر بیٹھتے ہیں ان سے خود بھی دور رہیں،اپنی نسلوں اور معاشرے کو بھی ان سے دور رکھیں۔ڈبیٹ میں بیٹھنے والے یہ نام نہاد علما اور مسلم اسکالر جانے انجانے میں اسلام مخالف،مسلم مخالف اور شریعت دشمن زعفرانی نظریات پھیلانے والے ان کچھ چینلوں کے اسلام مخالف اور مسلم مخالف ایجنڈے کو فروغ دینے میں بھر پور مدد کر رہے ہیں۔مسلمانوں کی نسل نو کے مستقبل کو برباد کرنے کا آج چوطرفہ عمل تیزی کے ساتھ جاری ہے۔مخصوص زعفرانی تنظیمیں اور سنگٹھن مسلمانوں کی نوجوان نسل کو اپنے مذہبی رنگ میں رنگنے،مذہب و مسلک اور شریعت مطہرہ کا باغی بنانے،اسلامی تہذیب وثقافت سے انہیں دور ونفور کرنے،علماء ومشائخ سے انہیں بدظن کرنے،ارتداد کی بھٹی میں انہیں جھونکنے اور مسلم لڑکیوں کو محبت کے جال میں پھنسا کر انہیں مرتد بنانے کی تحریک زور وشور سے چلا رہے ہیں۔مسلم نوجوانوں کو فرضی مقدمات میں پھنسانے کے لیے پہلے اکسایا جاتا ہے،ان کے سامنے اشتعال انگیز نعرے لگا کر انہیں کچھ کہنے اور اعتراض کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے اس کے بعد ان کے خلاف دنگا و فساد کرا دیا جاتا ہے۔ان کو ہی مارا پیٹا جاتا ہے اور پھر انہیں کے خلاف مقدمات قائم کرا دیئے جاتے ہیں۔اس وقت ہمارے بے شمار نوجوان یا تو جیلوں میں ہیں یا پھر مقدمات کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔سوشل میڈیا اس وقت ہماری زندگی کا ایک اہم حصہ بن چکا ہے۔ہمارے اکثر نوجوان ”سائبر کرائم“ کی دفعات اور سوشل میڈیا ایکٹ کے قاعدے وقانون سے نا آشنا ہیں جو بنا سوچے سمجھے بہت سی غیر ضروری اور غیر مفید بلکہ نقصان دہ اور غیر قانونی اشیاء اور مواد کو سوشل میڈیا پر جاری کر دیتے ہیں۔ہمارا فریق مخالف نہایت باریک بینی سے مسلم نوجوانوں کی سوشل میڈیا پر وائرل کی جانے والی اشیاء پر نگاہیں جمائے ہوئے ہے۔اسے جہاں موقع ملتا ہے فوراً میڈیا کے ذریعہ ایک ہنگامہ برپا کرا دیتا ہے۔پولیس بھی متحرک ہو کر ایسے نوجوانوں کو سائبر کرائم میں مقدمہ قائم کر کے جیل بھیج دیتی ہے۔اس طرح آج ہمارے بے شمار افراد جیل بھی کاٹ رہے ہیں اور مقدمات کا بھی سامنا کر رہے ہیں۔

اپیل: اس لیے ہماری اپیل ہے کہ ہمارے علماء ومشائخ،ارباب خانقاہ اور سارے سنی متحد ومتفق ہو کر اپنی نوجوان نسل اور اپنے معاشرے کو ان ہلاکت خیزیوں،ان زعفرانی منصوبہ بندیوں اور ان مشکلات سے بچانے کے لیے عملی اقدام کریں۔نسل جدید کو سوشل میڈیا کے استعمال میں احتیاط برتنے،کسی کے اکسانے پر مشتعل وجذباتی ہونے اور قانون اپنے ہاتھ میں لینے سے روکیں۔انہیں صرف اور صرف کورٹ کچہریوں اور تھانوں میں جا کر قانونی کارروائی کرنے کی ترغیب دلائیں۔مذہب ومسلک اور شریعت کی ٹھوس تعلیم دے کر مذہب ومسلک میں انہیں مضبوط ومتصلب اور مخلص بنائیں۔شرعی قانون کے ساتھ انہیں ملکی قانون کا لحاظ کرنے کی بھی نصیحت کریں۔اللہ ہم سب کے ایمان وعقیدے،جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت فرمائے،ہم سب کو مذہب اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت پر استقامت نصیب فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

فقیر قادری محمد سبحان رضا خاں سبحانی غفرلہ

United PRINTERS BAREILLY (M) 9319623803, 9548639384

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیادگار: امام اہلسنت، مجدد دین وملت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ العزیز

ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

بفیض روحانی
حجۃ الاسلام حضرت علامہ شاہ
محمد حامد رضا قادری
علیہ الرحمہ

بانی رسالہ
مفسر اعظم حضرت علامہ
محمد ابراہیم رضا قادری

سرپرست روحانی
احسن العلماء حضرت علامہ
سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں
علیہ الرحمہ
مارہرہ شریف

بفیض کرم
مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ
محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری
علیہ الرحمہ

زیر سایۂ کرم
ریحان ملت حضرت علامہ شاہ
محمد ریحان رضا نوری قادری
علیہ الرحمہ

جلد نمبر ۶۲/شمارہ نمبر ۹، ۱۰

صفر المظفر/ربیع الاول ۱۴۴۴ھ
ستمبر/اکتوبر ۲۰۲۲ء
September October 2022

مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت، شہزادۂ ریحان ملت، حضرت مولانا الحاج الشاہ
محمد سبحان رضا قادری "سبحانی میاں" مدظلہ العالی
سربراہ اعلیٰ خانقاہ رضویہ بریلی شریف

نائب مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا الحاج
محمد احسن رضا قادری مدظلہ العالی
سجادہ نشین خانقاہ رضویہ بریلی شریف

مجلس مشاورت

حضرت مولانا محمد مسعود خوشتر صاحب ماریشس
حضرت مولانا ازہر القادری صاحب لندن
حضرت مولانا صفی احمد صاحب رضوی انگلینڈ
حضرت مولانا محمد فروغ القادری صاحب انگلینڈ
حضرت مولانا محمد محسن صاحب انگلینڈ
حضرت مولانا عبد الجبار صاحب رحمانی پاکستان
حضرت مولانا قاری غلام محی الدین صاحب انگلینڈ
عالی جناب محترم طارق بھٹی صاحب موریشس
عالی جناب الحاج نوشاد علی جواتا، ماریشس
عالی جناب الحاج فضل بھائی، جیولم موریشس

مجلس ادارت

مدیر	حضرت علامہ قاری عبدالرحمٰن خان قادری بریلوی
مدیر اعزازی	حضرت مفتی محمد سلیم بریلوی
مدیر معاون	حضرت مولانا ڈاکٹر محمد اعجاز انجم لطیفی کٹیہاری
مرتب	حضرت مفتی محمد انور علی رضوی بہرائچی
تزئین کار	جناب ماسٹر محمد زبیر رضا خاں بریلوی
کمپوزنگ	جناب مرزا توحید بیگ رضوی

کلام الامام - امام الکلام

دشمن احمد پہ شدت کیجئے
ملحدوں کی کیا مروت کیجئے

ذکر ان کا چھیڑیئے ہر بات میں
چھیڑنا شیطان کا، عادت کیجئے

مثل فارس زلزلے ہوں نجد میں
ذکر آیات ولادت کیجئے

غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل
یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

غوث اعظم آپ سے فریاد ہے
زندہ پھر یہ پاک ملت کیجئے

میرے آقا حضرت اچھے میاں
ہو رضؔا اچھا وہ صورت کیجئے

نوٹ: تمام مشمولات کی صحت و درستگی پر مجلس ادارت کی گہری نظر رہتی ہے پھر بھی اگر کوئی شرعی غلطی راہ پا جائے تو آگاہ فرما کر اجر کے مستحق بنیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ کسی قریبی شمارے میں تصحیح کر دی جائیگی۔

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

ماہنامہ اعلیٰ حضرت
۸۴/سوداگران بریلی شریف

Monthly Alahazrat
84, Saudagran, Bareilly Sharif
Pin-243003
Contact No.
(+91)-0581- 2575683, 2555624 (Fax) 2574627
(Mob) (+91)-9359103539
E:mail:mahanamaalahazrat@gmail.com
E-mail:subhanimian@yahoo.co.in

ماہنامہ اعلیٰ حضرت انٹرنیٹ پر پڑھنے کے لئے
visit us: www.aalahazrat.in

چیک یا ڈرافٹ بنام
MAHNAMA ALA HAZRAT
A/c No.
0043002100043696
Punjab National Bank Civil Lines Bareilly

زر سالانہ ممبرشپ

فی شمارہ:	35/-
زر سالانہ:	350/-
بیرون ملک:	35$/امریکی ڈالر

کسی بھی قسم کی قانونی چارہ جوئی بریلی کورٹ ہی میں قابل سماعت ہوگی (ادارہ)

پرنٹر، پبلیشر، پروپرائٹر اور ایڈیٹر **"مولانا سبحان رضا خاں"** نے رضا برقی پریس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اعلیٰ حضرت سوداگران بریلی شریف سے شائع کیا۔

نوٹ: ادارہ کا مراسلہ نگار کی تحریر یا مضمون سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

فہرست

۱	کلام الامام امام الکلام		حسان الہند امام احمد رضا فاضل بریلوی	۱
۲	مسلمانان ہند کے اردگرد گھومتی ہندوستانی سیاست		مفتی محمد سلیم بریلوی	۵
۳	باب التفسیر		مولانا ابرار الحق رحمانی	۱۰
۴	باب الحدیث		حضرت علامہ الحاج سبحان رضا خاں سبحانی میاں	۱۱
۵	فتاویٰ منظر اسلام		حضرت مفتی محمد احسن رضا قادری	۱۲
۶	مفتی اعظم کی جامع کمالات شخصیت		علامہ یٰسین اختر مصباحی	۱۳
۷	پروپیگنڈے اور گودی میڈیا کا شکار مسلم سماج		مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی	۳۲
۸	مسلک اعلیٰ حضرت سے انحراف۔ایک لمحۂ فکریہ		مولانا صوفی عبد الصمد رضوی	۴۳
۹	امام احمد رضا کا عشق رسول		حافظ افتخار برکاتی	۴۶
۱۰	منقبت درشان اعلیٰ حضرت		مولانا محمد حسن تحسینی بریلوی	۴۸
۱۱	یادشوکت حسن		مفتی احمد میاں برکاتی	۴۹
۱۲	امام احمد رضا اور علوم عقلیہ		قاضی شہید عالم	۵۱
۱۳	اللہ کی رحمت سے مایوسی حوصلہ شکن جرم		مولانا طارق انور مصباحی	۵۵
۱۴	منظر اسلام کے ایک ہونہار فاضل۔مفتی مظفر علی سہسوانی		مولانا اشفاق احمد	۶۰
۱۵	منقبت امام عالی مقام		مولانا رستم القادری	۶۲
۱۶	کرنسی نوٹ کا مسئلہ اور امام احمد رضا		ڈاکٹر پروفیسر زاہد خاں	۶۳
۱۷	اِمام کی محبت مسجد سے، اِنتظامیہ کی محبت امام سے		حافظ محمد ہاشم قادری	۶۶
۱۸	منقبت اعلیٰ حضرت		مولانا پھول محمد نعمت رضوی	۷۰

مسلمانانِ ہند کے اردگرد گھومتی ہندوستانی سیاست

اداریہ:- مفتی محمد سلیم بریلوی، مدیر اعزازی ماہنامہ اعلیٰ حضرت، استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی شریف

مسلمانوں کی مخالفت اور حمایت کے ذریعہ اقتدار کی کرسی تک پہنچنے کا کھیل: جب سے ہندوستان آزاد ہوا ہے تب ہی سے ہندوستان کے میدان سیاست میں قوم مسلم کو فٹ بال کی حیثیت سے سیاسی جماعتیں استعمال کرتی چلی آرہی ہیں۔ یہ سیاسی جماعتیں پورے ہندوستان میں ہمیں دو دھڑوں میں بٹی ہوئی نظر آتی ہیں۔ سیاسی جماعتوں کا ایک دھڑا مسلمانوں کے ووٹوں کو حاصل کرنے اور اپنی جھولی میں ڈالے رکھنے کے لیے بظاہر مسلمانوں کے تعلق سے نرم رویہ رکھتا ہے، گاہے بگاہے لفاظی کی حد تک ہی سہی مگر وہ مسلمانوں کے مسائل پر آواز بھی بلند کرتا ہے اور ان کے ساتھ ہونے والی زیادتی پر گھڑیالی آنسو بھی بہاتا ہے۔ یہ فریق اور یہ دھڑا سیاست کا ایک ماہر کھلاڑی ہے جو مسلمانوں کی حمایت میں لفاظی کی حد تک چند بول بول کر بنا کچھ دیئے، بنا کچھ کیے مسلمانوں کا مسیحا بنا رہتا ہے اور مسلمان تھوک کے بھاؤ اپنے قیمتی ووٹ اس دھڑے کی جھولی میں ڈال کر ان کی جے جے کار بھی کرتے ہیں، ان کا پرچار بھی کرتے ہیں، ان کے لیے پنڈال بھی سجاتے ہیں، ان کے پروگراموں کو کامیاب بنانے کے لیے جی توڑ محنت بھی کرتے ہیں اور ان کے لیے دریاں بھی بچھاتے ہیں۔

کتنی بھولی ہے ہماری قوم کہ جن سیاسی جماعتوں نے اپنے اوپر سیکولر کا لیبل لگا رکھا ہے انہوں نے مسلمانوں کی تعلیمی، سیاسی، معاشی اور سماجی ترقی کے لیے نہ تو کبھی کچھ کیا ہے اور نہ وہ کرنے کا مخلصانہ عزم رکھتے ہیں مگر پھر بھی یہ قوم مسلم انہیں اپنے سر کا تاج بنائے رہتی ہے اور بدلے میں ان سے کچھ بھی طلب نہیں کرتی۔ یہ سیاسی جماعتیں بھی اتنی ڈھیٹ ہیں کہ ایک زمانہ سے مسلمانوں کے ووٹوں، مسلمانوں کی حمایت اور مسلمانوں کی محنت کے دوش پر سوار ہو کر منزل اقتدار تک پہنچ رہی ہیں مگر مجال ہے کہ اس قوم مسلم میں سے کسی فرد کو میدان سیاست کا انہوں نے ہیرو بننے کا موقع فراہم کیا ہو!!! یا کسی مسلمان کو اپنی جماعت یا اپنی گورنمنٹ میں کوئی اہم مقام و منصب اور عہدہ دیا ہو۔ سوائے معدودے چند کے۔

سیکولر سیاسی جماعتوں کی مفاد پرستی: اگر اپنی محنت، اپنی لگن، اپنی جدوجہد اور اپنی کوششوں سے کسی نے میدان سیاست میں اپنا مضبوط مقام بنا بھی لیا تو اسی سیاسی جماعت کے گھاگھ لیڈر اور نیتا درپردہ اس کے خلاف ایسی شاطرانہ منصوبہ بندی کرتے ہیں کہ وہ مسلم سیاسی لیڈر یا تو جیل کی سلاخوں کے پیچھے چلا جاتا ہے، یا موت کی نیند سلا دیا جاتا ہے یا پھر کوئی گھناؤنا الزام لگا کر ہمیشہ کے لیے عوام کی نظروں میں اسے گرا دیا جاتا ہے اور اس کا سیاسی کیریر سدا کے لیے برباد کر دیا جاتا ہے۔ ایسا کوئی مسلم سیاسی لیڈر اگر کسی مصیبت میں پھنس جاتا ہے یا کسی مقدمہ میں اسے ملوث کر دیا جاتا ہے تو وہ سیاسی جماعت کہ جس کے لیے اس نے رات و دن محنت کی تھی، اپنی جان و مال اور عزت و آبرو بلکہ یوں کہیئے کہ اپنے اہل خانہ تک کو قربان کر دیا تھا وہ سیاسی جماعت بھی اس کی حمایت میں کھڑی

نہیں ہوتی۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی مسلم سیاسی لیڈر نام وشہرت اور مقام ومرتبہ کی بلندی کی طرف تیز گامی سے بڑھتا ہوا نظر آتا ہے تو یہ نام نہاد، مسلمانوں کے ووٹوں کا پشتینی حقدار سمجھنے والی یہ سیکولر سیاسی جماعتیں اس کے اوپر مسلم مخالف سیاسی جماعتوں کے ایجنٹ ہونے کا اس طرح تسلسل کے ساتھ الزام لگاتی ہیں کہ خود مسلم قوم بھی اپنے اس مسلم سیاسی لیڈر کو ہی شک وشبہ کی نظر سے دیکھنے بلکہ اسے اسلام اور مسلمان مخالف کٹر سیاسی ہندو تنظیموں اور کٹر سیاسی ہندو جماعتوں کا دلال کہہ کر سب وشتم اور گالیوں کا نشانہ بنانے لگتی ہے۔ مقصد صاف ہے کہ یہ نام نہاد سیکولر سیاسی جماعتیں مسلمانوں کا ووٹ لے کر اقتدار کی کرسی پر قبضہ کرنے کی خواہاں تو رہتی ہیں، خیرات اور بھیک کی صورت میں اقتدار تک پہنچنے کے بعد مسلمانوں کو کچھ واجبی اور رسمی سی مراعات تو دے دیتی ہیں لیکن وہ یہ ہرگز برداشت نہیں کر پاتیں کہ مسلمانوں میں کوئی مضبوط سیاسی قائد پیدا ہو، ان کی سیاسی قیادت مضبوط ہو، یا ان کی تعلیمی، معاشی، سماجی اور مالی حیثیت طاقتور ہو۔ وہ مسلمانوں کو صرف اپنے در کا بھکاری، دریاں بچھانے والا، ان کی جے جے کار کرنے والا اور انہیں دبا کچلا ہی دیکھنا چاہتی ہیں۔ ان کے ذہن میں یہ خناس بھرا ہوا ہے کہ اگر مسلمان سیاسی، معاشی، تعلیمی اور سماجی حیثیت سے مضبوط و مستحکم ہو گیا تو ہمارا سیاسی کھیل ختم ہو جائے گا اور ہم قوم مسلم کو میدان سیاست کی گیند سمجھ کر اس پر کک نہیں لگا سکیں گے۔

مسلم مخالف سیاسی جماعتوں کی بازی گری: دوسری طرف آزادی ہند کے بعد ہی سے ایک ایسا سیاسی دھڑا بھی ہے کہ وہ بھی مسلمانوں کو اول الذکر سیاسی دھڑے کی طرح میدان سیاست کی گیند سے زیادہ کچھ نہیں سمجھتا۔ اس سیاسی دھڑے کی بھی ساری سیاسی بازی گری قوم مسلم ہی کے ارد گرد رقص کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اس سیاسی جماعت کا ماننا یہ ہے کہ جتنی ہم مسلمانوں کو گالیاں دیں گے، جتنا انہیں ستائیں گے، جتنی ان کی مذمت کریں گے، جتنا ان کے مذہب کو برا کہیں گے، جتنی ان کی مذہبی شخصیات کی شان میں گستاخیاں کریں گے اور جتنی ان کی شریعت اسلامیہ کے خلاف بکواس کریں گے اتنا ہی مسلمانوں سے بغض وعناد اور دشمنی رکھنے والے کٹر ہندو ہمیں مسلم مخالف، اسلام مخالف اور مسلم قوم کے غلبے اور سلطنت کے وقت ان کے مزعومہ ظلم وستم کا انتقام لینے والا سمجھیں گے۔ جتنا ہم مسلمانوں کو اپنی جھوٹی کہانیوں کی بدولت ہندوؤں کے لیے خطرہ بنا کر پیش کریں گے اتنا ہی ہندو سماج ہمارے ساتھ کھڑا ہوگا، متحد ہوگا اور تھوک کے بھاؤ ووٹ دے کر بنا کسی نفع ونقصان کا تجزیہ کیے وہ ہمیں کرسی اقتدار تک پہنچا دے گا۔

قوم مسلم کے نام پر مفادات کا حصول: آپ آزادی ہند کے بعد ہندوستان کی سیاسی تاریخ کا باریک بینی سے تجزیہ کریں تو آپ کو ہماری کہی ہوئی باتوں سے سو فیصد اتفاق ہوگا۔ آج بھی یہ عمل زور وشور کے ساتھ جاری وساری ہے۔ برسر اقتدار جماعت کے حامی گودی میڈیا ہی کو دیکھ لیجئے کہ وہ رات ودن مسلمانوں کے ارد گرد ہی اپنی رپورٹنگ اور اپنی نیوز کی بساط سجائے نظر آتا ہے۔ کوئی بھی مسئلہ ہو، کوئی بھی ایشو ہو اور کوئی بھی معاملہ ہو، گھوم پھر کر ان کی ہر تان اسلام، شریعت اسلامیہ اور مسلمانوں پر آ کر ہی ٹوٹتی ہے۔ یہ سیاسی جماعتیں اور یہ میڈیا کے افراد رات ودن ایسے مسائل زیر بحث لاتے ہیں کہ جس سے ہندوؤں میں یہ میسیج جائے کہ مسلمان اس ملک کے لیے بھی خطرہ ہیں، ہندوؤں کے لیے بھی خطرہ ہیں اور سناتن دھرم کے لیے بھی خطرہ ہیں۔ اسلام، مسلمان اور شریعت اسلامیہ ان کے

میدان سیاست کے اہم اور کامیاب ترین مہرے بن چکے ہیں۔ ہندوستانی شہریوں کو جب بھی اپنے معاشی مسائل ، بے روزگاری، لاقانونیت ،مہنگائی اور بدعنوانی کی طرف توجہ کرتے ہوئے یہ سیاسی جماعتیں اور یہ گودی میڈیا کے افراد دیکھتے ہیں تو فوراً ہی اسلام، مسلمان اور شریعت اسلامیہ کے تعلق سے کوئی نہ کوئی گرما گرم بحث اور ایشو چھیڑ دیتے ہیں جس سے عوام کی توجہ یکسر اپنے بنیادی مسائل سے ہٹ کر مسلمانوں کی طرف مرکوز ہو جاتی ہے۔

اب تو حال یہ ہے کہ ملک کی معتبر و مستند ایجنسیوں، گورنمنٹی اداروں اور انتظامیہ کے ذریعہ بھی وہ منصوبہ بند طریقے سے کچھ کرایہ کے افراد خرید کر انہیں مسلم چہرے کی صورت میں پیش کر کے ایسے ایسے کرائم اور جرم کرا لیتے ہیں کہ جس میں آسانی کے ساتھ قوم مسلم، مذہب اسلام اور شریعت اسلامیہ کو سیدھے سیدھے گھسیٹا جا سکے اور پھر مہینہ پندرہ دن تک نفرت کی یہ غذا ہندوستانیوں کی تھالی میں پروسی جا سکے۔ نام کے مسلمانوں کے ذریعہ انجام دیئے گئے ملک مخالف، ہندو مخالف اور انسانیت مخالف جرائم کی میڈیائی خبروں میں آنے والی یہ خبریں کہ فلاں مسلمان نے فلاں جگہ دھاکہ کر دیا، فلاں مسلمان ملک مخالف فلاں کام کرنے کا ارادہ رکھتا تھا، فلاں مسلمان فلاں ملک کی خفیہ ایجنسی کا ایجنٹ تھا، فلاں مسلم شخص فلاں دہشت گرد تنظیم سے وابستہ تھا۔ اس طرح کی آئے دن جو خبریں میڈیا میں گرم مسالہ بنا کر پیش کی جاتی ہیں وہ اب اپنی اہمیت، افادیت اور معتبریت یکسر کھو چکی ہیں۔ کچھ دن یہ خبریں گرما گرم بحث کے ساتھ جاری رہتی ہیں اور پھر لوگ انہیں بھلا دیتے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر جرائم ان ایجنسیوں کے خریدے گئے افراد ہی کے ذریعہ انجام دیے جاتے ہیں اور پھر انہیں مسلمانوں کے خلاف ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ کچھ معاملات میں زبردستی بے گناہ مسلمانوں کو پھنسا کر میڈیا میں اچھالا جاتا ہے اور ان کی آڑ میں اسلام، شریعت اسلامیہ، قوم مسلم اور مسلم قائدین و مسلم اداروں کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ پانچ دس سال کے بعد جب کورٹ کچہری سے انہیں کلین چٹ مل جاتی ہے تب تک لوگوں کے ذہن سے ان کے نام اور ان کے اوپر لگے ہوئے الزامات تک کو لوگ بھلا چکے ہوتے ہیں۔ پھر جس وقت ان کو ملزم بنایا گیا تھا تو جس طرح گرما گرم بریکنگ نیوز کی ہیڈ لائنیں لگا کر رپورٹنگ کی گئی تھی لیکن جب پانچ دس سال بعد انہیں الزامات سے بری کر کے رہا کیا جاتا ہے تو یہ میڈیا خاموش رہتا ہے اور اس کی خبر تک دینا گوارا نہیں کرتا۔

مفاد پرست مسلمانوں کے ذریعہ استحصال: قوم مسلم آزادیِ ہند کے بعد سے اب تک تو ان ہی دو سیاسی دھڑوں اور جماعتوں کا میدان سیاست میں کھلونا بنتی چلی آ رہی تھی مگر جب سے ہندوستان کی کرسیِ اقتدار پر مسلم مخالف پہچان بنانے والی سیاسی جماعت بھاجپا برسر اقتدار آئی ہے تب سے اب قوم مسلم خود دنیا دار مسلم سرمایہ داروں، سیاسی لوگوں اور دیگر مفاد پرست افراد کا بھی کھلونا بننے لگی ہے۔ جس دنیا دار اور مفاد پرست سرمایہ دار کو اپنی سرمایہ کاری اور تجارت کو فروغ دینے کے لیے کسی لائسنس، حکومتی مراعات یا حکومت کا قرب مقصود ہوتا ہے تو ایسے مسلم سرمایہ دار بھاجپا کو اور برسر اقتدار بی جے پی رہنماؤں نیز آر ایس ایس کو خوش کرنے کے لیے خود اپنے ہی علماء، اپنے ہی مذہب کے معمولات، مذہبی مقامات، شریعت اسلامیہ اور اسلامی تہذیب و ثقافت کے خلاف بیان بازی کر کے حکومت کی نظر میں اپنے آپ کو ان کے ایجنڈے پر فٹ ہونے کا تاثر دے کر یہ ملت فروش افراد اپنے ذاتی، دنیوی، سیاسی اور تجارتی مفادات حاصل کر لیتے ہیں۔ اسی طرح کچھ مسلم

سیاست داں بھاجپا حکومت اور آر ایس ایس سے سیاسی اور حکومتی عہدہ ومنصب حاصل کرنے کے لیے اپنے ہی مذہب ومسلک اور اپنی ہی قوم وملت کے خلاف زہر اگل کر سناتن دھرم کے معمولات جیسے قشقہ و ٹیکہ لگانا، ہولی و دیوالی وغیرہا ہندو تیوہاروں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا، بھجن کیرتن، گانا، راکھی بندھوانا حتی کہ مندروں میں جا کر مورتیوں کے آگے نمستک ہونے، ہندوؤں کے مشرکانہ جلوس و شوبھایاتراؤں اور کانوڑ یاتراؤں کا پھولوں وغیرہ سے استقبال و سواگت کرنے جیسے مشرکانہ کام کرنے لگے ہیں۔ یونہی اگر کسی مسلمان کو اپنے کسی مذہبی ادارے، مسلم شخص، مسلم قائد اور علما وائمہ سے دشمنی نکالنا ہوتی ہے تو وہ بھی بھاجپا حکومت اور آر ایس ایس کو خوش کرنے کے لیے ان مذہبی اداروں، مذہبی قائدین، علماء وائمہ اور اپنے مسلم بھائی کے خلاف بیان بازی کرتا ہے کہ یہ افراد اسے بھاجپائی ہونے کی وجہ سے ستارہے ہیں، آر ایس ایس کی حمایت کی وجہ سے اس پر ظلم کر رہے ہیں، سناتن دھرم کے مشرکانہ رسوم ادا کرنے کی وجہ سے مسلم سماج سے اس کا بائیکاٹ کر رہے ہیں۔ اس طرح یہ مفاد پرست افراد بھی اپنے دنیوی مفاد کو حاصل کرنے کے لیے مذہب اسلام، قائدین اسلام، شریعت اسلامیہ اور امت مسلمہ کو اپنے مفادات کے میدان میں مفاد پرستی کا کھلونا بنانے لگے ہیں اور اس وقت یہ کام بہت ہی تیزی اور تسلسل کے ساتھ انجام دیا جارہا ہے۔

چند سبق آموز واقعات: ابھی چند دنوں پہلے کی بات ہے کہ بریلی کے ایک بڑے گوشت تاجر نے ۱۵/اگست کو جشن آزادی کے پروگرام میں ''بے وقت کی راگنی'' کے طور پر اپنی تقریر کے شروع میں کئی مرتبہ ''وندے ماترم'' کی تکرار کرنے کے بعد اپنی گفتگو یہ کہہ کر شروع کی کہ ''وندے ماترم'' کہنا غلط نہیں ہے۔ جس دھرتی ماں نے ہمیں پیدا کیا اسے سلام کرنے میں کیا برائی ہے؟ کوئی کتنا ہی روکے میں ''وندے ماترم'' کہتا رہوں گا۔ ایک بار نہیں ہزار بار بولوں گا ''وندے ماترم'' (مفہوما)۔ حالانکہ یہاں نہ تو اسے ''وندے ماترم'' کہنے سے کوئی روکنے والا تھا کیونکہ یہ پروگرام خود اسی کا منعقد کردہ تھا، جگہ بھی اسی کی تھی اور لوگ بھی اسی کے تھے۔ پھر اس سے پہلے ''وندے ماترم'' کہنے سے روکنے کا اس کے ساتھ کوئی واقعہ بھی نہیں ہوا تھا۔ اس کے بعد اس کا ویڈیو بنوا کر کے اسی کے لوگوں کے ذریعہ وائرل بھی کرایا گیا، کچھ میڈیا کے لوگوں سے اس پر بحث ومباحثہ کرانے اور اسے گرما گرم حمایت ومخالفت کا ایشو بنانے کے لیے کوششیں بھی کی گئیں۔ اس کے پیچھے جو مقاصد کارفرما تھے وہ سب پر ظاہر تھے۔ اس وجہ سے اس پر کسی نے توجہ نہ دی اور اس کا مقصد حاصل نہ ہوسکا۔ مقصد تو یہ رہا ہوگا کہ یہ بحث کا قضیہ بنے، علماء اور عوام کے لوگ اس کی مخالفت کریں، میڈیا اس کو زور وشور سے اچھالے اور اسے بھاجپا حکومت نیز آر ایس ایس اپنا چہیتا بنا کر اپنی گود میں بٹھا لے۔ اس طرح بڑے پیمانے پر گوشت کے ایکسپورٹ کی تجارت میں اسے حکومت کی جانب سے مراعات حاصل ہوجائیں۔

اسی طرح ایک اور مسلم سیاسی لیڈر ہیں جو اپنی عمر کی آخری منزلیں طے کر رہے ہیں۔ مگر حکومتی اور سیاسی عہدوں پر براجمان رہنے کا ایسا چسکا لگا ہوا ہے کہ جوانی سے لے کر اب تک وہ صرف اور صرف اسلام، مسلمان، شریعت اسلامیہ، پردہ، مرد وعورت کا اختلاط، تین طلاق، حلالہ، مرد کو اختیار طلاق اور وندے ماترم کہنا ناجائز ہے جیسے مسائل کے خلاف ہی بولتے چلے آرہے ہیں۔ مقصد بالکل واضح ہے کہ اس طرح کی بیان بازی ہی کی وجہ سے بھاجپا اور آر ایس ایس کی طرف سے انہیں بے شمار گورنمنٹی مراعات حاصل ہوئیں اور بڑے

عہدے پرانہیں براجمان کیا گیا۔

یہ تو دو ہی صرف واقعات تھے ورنہ آج ان جیسے واقعات کی ملک کے کونے کونے میں ایک لہر سی چل پڑی ہے۔ جسے کسی مسلمان کے خلاف قانونی کارروائی کرنا ہوتی ہے تو وہ سیدھے سیدھے یہ الزام میڈیا کے ذریعہ لگا دیتا ہے کہ فلاں کٹر مسلمان مجھے بھاجپا میں شامل ہونے کی وجہ سے پریشان کر رہا ہے۔ جسے میڈیا کے ذریعہ رات ورات مشہور ہونا ہوتا ہے تو وہ یہ قضیہ اچھال دیتا ہے کہ اسے مشرکانہ رسوم ادا کرنے کی وجہ سے کچھ کٹر پنتھی لوگ ستا رہے ہیں اور اس کا ذہنی اور سماجی استحصال کر رہے ہیں۔ ابھی کچھ دنوں پہلے ہی کی بات ہے کہ فرمانی نام کی ایک مسلم نوجوان مطلقہ عورت کچھ ہندو نوجوانوں کے ساتھ ایک مشرکانہ بھجن گاتی ہوئی نظر آئی۔ ہندوؤں کے ایک مخصوص دیوتا کے قصیدے پر مشتمل اسٹیج پر برسرعام یہ عورت وہ مشرکانہ گیت اور بھجن گا رہی تھی۔ اس ویڈیو کو منصوبہ بند طریقے سے پہلے وائرل کرایا گیا اور پھر کسی مسلمان شخص سے اس کی مخالفت میں سوشل میڈیائی کمینٹ کرایا گیا۔ اسی تبصرہ کو لے کر گودی میڈیا نے کئی دنوں تک شریعت اسلامیہ اور قائدین اسلام کے خلاف ایک ہنگامہ برپا کیے رکھا۔

اتر پردیش کی راجدھانی لکھنؤ میں یوسف علی نام کے ایک مسلم تاجر نے ''لولو مال'' کے نام سے ایک بڑا اور قیمتی مال تعمیر کرایا۔ اربوں روپے کی اس میں سرمایہ کاری کی گئی۔ یوپی کے وزیر اعلیٰ نے بنفس نفیس اس شاپنگ مال کا افتتاح کیا۔ خود ہندوستانی وزیر اعظم نے انہیں اپنے ساتھ کھانے میں شریک کیا اور گلے لگا کر ان کی عزت افزائی کی۔ یہاں بھی قوم مسلم، مذہب اسلام اور شریعت اسلامیہ کے نام کا استعمال کرتے ہوئے اچھا خاصا ہنگامہ برپا کرایا گیا۔ چند نوجوانوں نے نہ جانے کس کے کہنے پر اس شاپنگ مال کے افتتاح ہونے کے ہی چند روز بعد باجماعت ایک گوشے میں نماز ادا کی۔ ویڈیو بنوا کر کے وائرل کرایا گیا۔ اس کے ری ایکشن میں چند ہندو نوجوانوں کو نہ جانے کس کے کہنے پر سامنے لایا گیا۔ نماز کے مقابلے ان سے ہنومان چالیسے کا پاٹھ کرایا گیا۔ کچھ ہندو تنظیموں کے ذریعہ اس شاپنگ مال کی مخالفت کرائی گئی۔ اس طرح کئی دنوں تک میڈیا نے اس معاملہ پر بحث ومباحثہ کا بازار گرم کیے رکھا۔ ان سب معاملات کے پیچھے بھی یہی مقصد کارفرما تھا کہ اربوں روپیہ کی لاگت لگا کر جو شاپنگ مال بنایا گیا ہے وہ رات ورات بنا پیسے خرچ کیے اتنا مشہور ہو جائے کہ ہندوستانیوں کے خاص طور پر اتر پردیش کے شہریوں کے گھر گھر تک اس کی شہرت ہو جائے اور لوگ یہ جان لیں یہ لکھنؤ میں اپنی نوعیت کا کوئی منفرد شاپنگ مال قائم کیا گیا ہے۔ ظاہر سی بات ہے کہ جس کی تشہیر کے لیے کروڑوں روپئے سرمایہ دار لوگ خرچ کرتے ہیں وہ کام چند سکوں میں خریدے گئے چند افراد کے نماز پڑھ لینے اور اس کی مخالفت میں ہنومان چالیسہ پڑھ لینے سے بحسن وخوبی پورا ہو گیا۔

آزادیِ ہند کے بعد سے اب تک مسلم نام ہی پر پورے ملک کی سیاست چل رہی ہے۔ مسلم نام اتنا مفید ہے کہ ہر ایک چاہے وہ حامی ہو کہ مخالف اس نام سے بڑے بڑے سیاسی، سماجی، معاشی اور تجارتی فائدے حاصل کرتا چلا آیا ہے اور اب بھی کر رہا ہے۔ اسی سے پتہ چلتا ہے کہ مذہب اسلام کتنا بابرکت اور لوگوں کے لیے کتنا مفید تر ہے کہ اپنے تو اپنے، غیر بھی اس کے ذریعہ نفع بخش کاروبار کر رہے ہیں۔ اللہ رب العزت مسلمانان ہند کو مخلص قیادت عطا فرمائے۔

ترجمہ: مجدد اعظم اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ

باب التفسیر

تفسیر: صدر الافاضل حضرت علامہ محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی علیہ الرحمہ

پیش کش: مولانا ابرار الحق رحمانی مدھوبنی

ترجمہ:- اور کتنے ہی انبیاء نے جہاد کیا۔ ان کے ساتھ بہت خدا والے تھے۔ تو نہ سست پڑے ان مصیبتوں سے جو اللہ کی راہ میں انہیں پہونچیں اور نہ کمزور ہوئے اور نہ دبے ۲۶۳؎ اور صبر والے اللہ کو محبوب ہیں۔ وہ کچھ بھی نہ کہتے تھے سوا اس دعا کے ۲۶۴؎ کہ اے ہمارے رب بخش دے ہمارے گناہ اور جو زیادتیاں ہم نے اپنے کام میں کیں۔ ۲۶۵؎ اور ہمارے قدم جما دے اور ہمیں ان کافر لوگوں پر مدد دے۔ ۲۶۶؎ تو اللہ نے انہیں دنیا کا انعام دیا ۲۶۷؎ اور آخرت کے ثواب کی خوبی۔ ۲۶۸؎ اور نیکی والے اللہ کو پیارے ہیں۔ اے ایمان والو! اگر تم کافروں کے کہے پر چلے۔ ۲۶۹؎ تو وہ تمہیں الٹے پاؤں لوٹا دیں گے۔ ۲۷۰؎ پھر ٹوٹا کھا کے (نقصان اٹھا کر) پلٹ جاؤ گے۔ ۲۷۱؎ بلکہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے اور وہ سب سے بہتر مددگار۔ کوئی دم جاتا ہے کہ ہم کافروں کے دلوں میں رعب ڈالیں گے۔ ۲۷۲؎ کہ انہوں نے اللہ کا شریک ٹھہرایا جس پر اس میں کوئی سمجھ نہ اتاری اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور کیا برا ٹھکانا نا انصافوں کا۔ (سورۂ آل عمران رکوع ۶، آیت ۱۴۵ تا ۱۵۱)

تفسیر:- ۲۶۳؎ ایسا ہی ہر ایماندار کو چاہئے ۲۶۴؎ یعنی حمایت دین و مقامات حرب میں ان کی زبان پر کوئی ایسا کلمہ نہ آتا جس میں گھبراہٹ و پریشانی اور تزلزل کا شائبہ بھی ہوتا بلکہ وہ استقلال کے ساتھ ثابت قدم رہتے اور دعا کرتے۔ ۲۶۵؎ یعنی تمام صغائر و کبائر باوجودیکہ وہ لوگ ربانی یعنی اتقیا تھے پھر بھی گناہوں کا اپنی طرف نسبت کرنا شان تواضع وانکسار اور آداب عبدیت میں سے ہے۔ ۲۶۶؎ اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ طلب حاجت سے قبل توبہ واستغفار آداب دعا میں سے ہے۔ ۲۶۷؎ یعنی فتح وظفر اور دشمنوں پر غلبہ ۲۶۸؎ مغفرت و جنت اور استحقاق سے زیادہ انعام و اکرام ۲۶۹؎ خواہ وہ یہود و نصاریٰ ہوں یا منافق و مشرک ۲۷۰؎ کفر و بے دینی کی طرف ۲۷۱؎ مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ کفار سے علیحدگی اختیار کریں اور ہرگز ان کی رائے و مشورے پر عمل نہ کریں۔ اور ان کے کہے پر نہ چلیں ۲۷۲؎ جنگ اُحد سے واپس ہو کر جب ابوسفیان وغیرہ اپنے لشکریوں کے ساتھ مکۂ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا تو انہیں اس پر افسوس ہوا کہ ہم نے مسلمانوں کو بالکل ختم کیوں نہ کر ڈالا۔ آپس میں مشورہ کر کے اس پر آمادہ ہوئے کہ چل کر انہیں ختم کر دیں۔ جب یہ قصد پختہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈالا اور انہیں خوف شدید پیدا ہوا اور وہ مکہ مکرمہ کی طرف واپس ہو گئے۔ اگرچہ سبب تو خاص تھا لیکن رعب تمام کفار کے دلوں میں ڈال دیا گیا کہ دنیا کے سارے کفار مسلمانوں سے ڈرتے ہیں اور بفضلہ تعالیٰ دین اسلام تمام ادیان پر غالب ہے۔

گلدستۂ احادیث

ترتیب وانتخاب: نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا الحاج الشاہ **محمد سبحان رضا سبحانی میاں** مدظلہ العالی
سربراہ اعلیٰ خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ رضا نگر، سوداگران بریلی شریف

اختیار رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله ﷺ لولا ان اشق علی امتی لا مرتهم بالسواك عندكل صلوٰة.

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر مشقت امت کا خیال نہ ہوتا تو میں ان پر فرض فرما دیتا کہ ہر نماز کے وقت مسواک کریں۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: امت پر دشواری کا لحاظ نہ ہوتو میں ان پر فرض کردوں کہ ہر نماز کے وقت وضو کریں اور ہر وضو کے ساتھ مسواک کریں۔

تشریح: ــ مسواک کے تعلق سے وارد اس حدیث پاک سے اختیار رسول کو ثابت کرتے ہوئے میرے جد امجد سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت اپنے بے مثال استدلال میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ”علما فرماتے ہیں: یہ حدیث متواتر ہے۔ تیسیر وغیرہ میں اس کی تصریح ہے۔

اقول: امر، دو قسم ہے۔

اول حتمی۔ جس کا حاصل ایجاب اور اس کی مخالفت معصیت۔

وذلك قوله تعالىٰ : فليحذر الذين يخالفون عن أمره.

ڈریں وہ لوگ جو اس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں۔

دوم ندبی۔ جس کا حاصل ترغیب اور اس کے ترک میں وسعت۔

وذلك قوله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم

امرت بالسواك حتى خشيت ان يكتب علی.

مجھے مسواک کا حکم ملا یہاں تک کہ مجھے خوف ہوا کہ کہیں فرض ہو جائے۔

امر ندبی تو یہاں قطعاً حاصل ہے تو ضرور نفی حتمی کی ہے۔ امر حتمی بھی دو قسم ہے۔

اول ظنی۔ جس کا مفاد وجوب۔

دوم قطعی جس کا مقتضی فرضیت۔

ظنیت خواہ من جهة الرواية هو يا من جهة الدلالت،

ہمارے حق میں ہوتی ہے، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم سب قطعی یقینی ہیں جن کے سراپردۂ عزت کے گرد ظنون کو اصلا بار نہیں، تو قسم واجب اصطلاحی حضور کے حق میں متحقق نہیں، وہاں یا فرض ہے یا مندوب، امام محقق علی الاطلاق نے ”فتح القدیر“ میں اس کی وضاحت فرمائی۔

اب واضح ہو گیا کہ ان ارشادات کریم کے قطعاً یہی معنی ہیں کہ میں چاہتا تو اپنی امت پر ہر نماز کے لیے تازہ وضو اور ہر وضو کے وقت مسواک کرنا فرض کر دیتا، مگر ان کی مشقت کے لحاظ سے میں نے فرض نہ کی، اور اختیار احکام کے کیا معنی ہیں۔ وللہ الحمد۔

فتاویٰ منظر اسلام

ترتیب، تخریج، تحقیق:- حضرت مولانا مفتی محمد احسن رضا قادری، سجادہ نشین درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

ٹخنوں سے نیچے پائجامہ پہن کر نماز پڑھنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) نماز کا آخری وقت ہے ایک شخص کا پائجامہ نیچا ہے جس سے ٹخنے بالکل چھپے ہوئے ہیں زید کا کہنا ہے کہ اسی طرح نماز پڑھ سکتے ہو اس کو گھرسنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ مجبوری ہے۔ بکر کا کہنا ہے کہ اس کو گھرس لو تا کہ ٹخنے کھل جائیں۔ نہیں تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ زید کا کہنا ہے کہ گھرسنے سے نماز مکروہ تحریمی ہوگی ان میں سے کس کا کہنا صحیح ہے۔

(۲) زید کا کہنا ہے کہ عمامہ یا رومال سر پر باندھنے سے اوپر ٹوپی کھلی رہے تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ بکر کا کہنا ہے کہ ٹوپی سے سر چھپا ہوا ہے تو نماز مکروہ تحریمی کیوں ہوگی؟ اس میں کون حق پر ہے جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی شمشاد احمد موضع پدارتھ پور ضلع بریلی شریف

الجواب:- تہبند یا پائجامہ کا گٹوں سے نیچے رکھنا اگر براہ تکبر ہو تو حرام ہے اور اس صورت میں نماز مکروہ تحریمی اگر از راہ تکبر نہیں تو نماز مکروہ تنزیہی اور نماز میں اس کی رعایت نہ کرنا خلاف اولیٰ ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے: صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! میرا تہبند لٹک جاتا ہے جب تک میں اس کا خاص لحاظ نہ رکھوں تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تم ان لوگوں میں سے نہیں جو براہ تکبر ایسا کریں۔ ''فتاویٰ عالمگیری'' میں ہے: ان لم یکن للخیلاء ففیه کراهة تنزیهية۔

(۲) عمامہ اس طرح باندھنا کہ بیچ سر کھلا رہے اعتجار کہلاتا ہے اور اعتجار مکروہ تحریمی ہے۔ ٹوپی ہو یا نہ ہو اور اگر بے ٹوپی عمامہ باندھا تو یہ خلاف سنت ہے۔ حدیث شریف میں ہے: فرق ما بيننا وبين المشركين العمائم على القلانس۔ یعنی ہم میں اور مشرکین میں ایک فرق یہ ہے کہ ہمارے عمامے ٹوپیوں پر ہوتے ہیں۔ اعتجار کے سلسلہ میں ''ردالمحتار'' میں ہے قوله والاعتجار لنهى النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عنه وهوشد الراس او تكوير عمامته على راسه وترك وسطه مكشوفاً و كراهته تحريمته ايضا لما مر واللہ تعالیٰ اعلم۔

ساڑی پہن کر نماز پڑھنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

زید کا کہنا ہے کہ ساڑی پہن کر عورت نماز پڑھ سکتی ہے اور بکر کا کہنا ہے کہ ساڑی پہن کر نماز نہیں پڑھ سکتی۔ شریعت کا حکم بیان فرمائیں۔

المستفتی محمد اسمٰعیل، قصبہ گہنی ضلع بریلی شریف

الجواب:- جہاں مسلمانوں میں ساڑی پہننے کا رواج نہیں ہے وہاں ساڑی باندھنا مکروہ ہے۔ اور ایسے کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے۔ بہتر نہیں ہے جبکہ اس کے باندھنے سے بے ستری نہ ہو اور اگر ساڑی اس طرح سے باندھی کہ پیٹ یا پیٹھ کا کچھ حصہ کھلا رہا یا اوپر بلاؤز وغیرہ پہنا جس سے ہاتھ یا سر کھلا رہا تو اس صورت میں یہ دیکھا جائے گا کہ چوتھائی عضو کھلا رہا تو نماز نہ ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ قاضی عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

دارالافتاء منظر اسلام بریلی شریف

۲۳/ربیع الاول ۱۳۹۶ھ

مفتی اعظم کی جامع کمالات شخصیت

از۔علامہ یٰسین اختر مصباحی، دارالقلم دہلی

ہندستان کا وہ علاقہ جسے آج کل اتر پردیش کہا جاتا ہے اس کی مردم خیز سرزمین سے بڑے بڑے نامور علماء وفضلاء وادباء وشعراء اور محققین ومؤرخین پیدا ہوئے ہیں جن کی دینی، علمی، مذہبی، اصلاحی، سماجی اور سیاسی خدمات کو تاریخ میں نمایاں مقام ملا ہے اور یہاں سے اٹھنے والی ہر آواز اور ہر ایک تحریک نے اہل ملک کو اپنی جانب متوجہ کیا۔ بیشتر مذہبی وسیاسی امور ومعاملات میں اسے ہر دور میں مرکزیت حاصل رہی ہے جس سے تعلیم یافتہ طبقہ اچھی طرح واقف اور باخبر ہے۔

علاقہ روہیل کھنڈ جو اس وقت صوبہ اتر پردیش کا ایک حصہ ہے وہ اپنی شجاعت وبہادری میں ممتاز اور نہایت مشہور تھا۔ حافظ رحمت خاں روہیلہ یہیں کی خاک سے ابھرے تھے۔ سلطنت مغلیہ کے دور میں سعادت یار خاں بن سعید اللہ خاں (جاگیر دار شیش محل لاہور وصاحب منصب شش ہزاری دہلی) کو اسے فتح کرنے کی مہم سپرد ہوئی۔ چنانچہ انہیں کے ہاتھوں یہ علاقہ فتح ہوا اور صوبہ دار بریلی کا فرمان شاہی ان کے حق میں صادر ہوا۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادۂ محترم محمد اعظم خاں کئی گاؤں کے جاگیر دار اور ایک عہدۂ جلیلہ پر فائز تھے۔ آپ کا میلان شجاعت کے ساتھ دینداری کی طرف زیادہ تھا۔ پھر آپ کے فرزند ارجمند حافظ کاظم علی خاں تحصیل دارِ بدایوں میں یہ رنگ اور نکھر آیا۔

مگر خانوادۂ علم وفضل کی حیثیت سے اس کی شہرت کا باعث مولانا رضا علی خاں بریلوی (بن حافظ کاظم علی خاں) متولد ۱۲۲۴ھ متوفی ۱۲۸۲ھ ہوئے۔ چنانچہ نامور مؤرخ مولانا رحمٰن علی خاں ممبر کونسل ریاست ریواں (درمدھیہ پردیش) اپنی مشہور تاریخ میں لکھتے ہیں:

''مولوی رضا علی خاں بریلوی بن محمد کاظم علی خاں بن محمد اعظم خاں بن محمد سعادت یار خاں بہادر از اجلۂ علمائے بریلی ملک روہیل کھنڈ از عائلہ افاغنہ بڑھیچ است۔ بزرگان شاں پیش سلاطینِ دہلی بر عہدہ ہائے جلیلہ بمنصب شش ہزاری سرفراز وممتاز بودند۔ بعمر بست وسہ سالگی از اکتساب علوم متداولہ فراغ یافتہ مشارٌ الیہ اماثل واقران گشت، خصوصاً در علم فقہ مہارت کاملہ داشت۔ تذکیر پُر تاثیر وے مشہور ومعروف است۔ بالجملہ لینت کلام وسبقت سلام وزہد وقناعت وحلم وتواضع وتجرید از خصائص وے تواں شمرد۔ الخ

(ص ۶۴، تذکرۂ علمائے ہند مطبوعہ نول کشور لکھنؤ ۱۹۱۴ء)

خاندانی شجاعت وبہادری کا جوہر بھی آپ کے اندر بے مثال تھا۔ چنانچہ ایک مؤرخ آپ کے بارے میں لکھتا ہے:

''آپ جنگ آزادیِ ہند کے عظیم رہنما تھے۔ عمر بھر فرنگی تسلط کے خلاف برسرپیکار رہے۔ آپ ایک بہترین جنگ جو اور بے باک سپاہی تھے۔ لارڈ ہسٹنگ آپ کے نام سے کانپتا تھا۔ جنرل ہڈسن جیسے برطانوی جنرل نے آپ کا سر قلم کرنے کا انعام پانچ سو روپے

مقرر کیا تھا مگر وہ اپنے مقصد میں عمر بھر نا کام رہا۔ جب آپ نے برطانوی حکام کے خلاف جہاد میں حصہ لیا تو انگریزوں نے آپ کے احاطہ میں نقب زنی کرا کے ۲۵/عدد گھوڑے چوری کرا لیے۔ کیونکہ آپ اپنے تمام گھوڑے تحریکِ آزادی کے کارکنوں کو انگریزوں پر شب خوں مارنے کے لئے مفت دیتے تھے اور آپ کی حویلی اکثر مجاہدین کی پناہ گاہ تھی۔ یہاں تک کہ مجاہدین کے کھانے کا بھی آپ خود ہی انتظام فرماتے۔

(جنگ آزادی نمبر، ماہنامہ ترجمانِ اہل سنت، کراچی، شمارہ جولائی ۱۹۷۵ء)

مولانا نقی علی خاں (بن مولانا رضا علی خاں) متولد ۱۲۴۶ھ متوفی ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء جنہیں شیخ الحرم سید احمد زینی دحلان شافعی قاضی القضاۃ سے سند حدیث اور مولانا سید آل رسول احمدی قادری برکاتی مارہروی (تلمیذ مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی) م ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۹ء سے جمیع سلاسل کی اجازت وخلافت حاصل تھی۔ ان کے بارے میں مولانا رحمٰن علی لکھتے ہیں:

''خالق تعالیٰ دیرا بعقل معاش ومعاد ممتاز اقران آفریدہ بود۔ علاوہ شجاعت جبلی بصفت سخاوت وتواضع واستغناء موصوف بود۔ وعمر گراں مایۂ خود باشاعتِ سنت وازالۂ بدعت بسر بردہ''۔

(ص ۲۴۴، تذکرہ علمائے ہند)

ان کے نامور اور بلند اقبال فرزند شہیر عرب وعجم امام احمد رضا حنفی قادری فاضل بریلوی متولد ۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۶ء متوفی ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء کے بارے میں حکیم عبدالحیٔ رائے بریلوی لکھتے ہیں:

واشتغل بالعلم علیٰ والدہٖ ولازمہٗ مدۃ طویلۃ حتی برع فی العلم وفاق اقرانہ فی کثیر من الفنون لا سیما الفقہ والاصول.

(ص ۳۸، نزہۃ الخواطر جلد ثامن، مطبوعہ حیدر آباد ۱۹۷۰ء)

اور مولانا ابو الحسن علی ندوی ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ رقمطراز ہیں:

وکان عالماً متبحراً کثیرا لمطالعۃ واسع الاطلاع۔ لہٗ قلم سیّالٌ وفکر حافل فی التالیف.

(ص ۴۰، نزہۃ الخواطر)

آگے چل کر ان کی فقہی بصیرت کا اعتراف کرتے ہوئے یوں لکھا ہے:

یندر نظیرہٗ فی الاطلاع علی الفقہ الحنفی وجزئیاتہٖ۔ (۴۱ ایضاً)

امام احمد رضا حنفی قادری فاضل بریلوی نے بارگاہِ الٰہی میں دعاء کی تھی کہ اے رب کریم! مجھے ایسی اولاد سے سرفراز فرما جو عرصۂ دراز تک تیرے دین اور تیرے بندوں کی خدمت کرے۔ ایک بار جب کہ آپ اپنے مشائخِ سلسلہ کے آستانے پر (مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ) حاضر تھے، وہیں خواب دیکھا کہ ان کے گھر فرزند تولد (بتاریخ ۲۲/ذوالحجہ ۱۳۱۰ھ) ہوا ہے اور آپ نے خواب ہی میں اس کا نام آل الرحمٰن رکھا۔ اسی دوران حضرت مولانا سید شاہ ابو الحسین احمد نوری مارہروی م ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء نے بعد نماز عصر اچانک آپ سے فرمایا۔ مولانا صاحب! بریلی میں آپ کے گھر ایک صاحبزادہ کی ولادت ہوئی ہے۔ مجھے خواب میں بتایا گیا ہے کہ اس کا نام آل الرحمٰن رکھا جائے۔ جب میں بریلی آؤں گا تو اس بچے کو ضرور دیکھوں گا۔ دوسرے روز بریلی سے ولادت کی خبر پہنچی تو حضرت شاہ ابو الحسین احمد نوری میاں نے ''ابو البرکات محی الدین جیلانی'' نام

تجویز فرمایا۔ محمد کے نام پر عقیقہ کیا گیا اور مصطفیٰ رضا کے عرف سے مشہور روزگار ہوئے۔

حضرت سید شاہ نوری میاں جب بریلی تشریف لائے اس وقت مفتی اعظم ہند مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا قادری بریلوی کی عمر چھ ماہ تھی اسی وقت حضرت نوری میاں نے پیشین گوئی فرمائی کہ:

''یہ بچہ دین وملت کی بڑی خدمت کرے گا اور خدا کی مخلوق کو اس کی ذات سے بہت فیض پہنچے گا۔ یہ بچہ ولی ہے۔ اس کی نگاہِ کیمیا اثر سے لاکھوں گمراہ انسان دین حق پر واپس آئیں گے اور یہ فیض کا دریا بہائے گا''۔

یہ جملے ارشاد فرماتے ہوئے آپ کے دہن میں اپنی مبارک انگلیاں ڈال کر مرید فرمایا اور اسی وقت جملہ سلاسل کی اجازت وخلافت سے نوازا اور اس طرح حضرت سید شاہ نوری میاں نے مولانا مصطفیٰ رضا نوری کو اپنی فیض بخشیوں سے گویا ''نورٌعلیٰ نور'' بنا دیا۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اپنی نگرانی میں مفتی اعظم کی تعلیم وتربیت کا انتظام فرمایا۔ مولانا رحم الٰہی مظفر نگری م ۱۳۶۱ھ (تلمیذ مولانا عبدالحق خیر آبادی م ۱۳۱۶ھ) اور سید بشیر احمد علی گڑھی (تلمیذ مولانا مفتی لطف اللہ علی گڑھی م ۱۳۳۴ھ) آپ کے خصوصی اساتذہ کرام ہیں۔

مولانا محمود احمد قادری مظفر پوری تحریر کرتے ہیں:

''مولانا ظفر الدین (بہاری) ومولانا سید شاہ عبد الرشید (عظیم آبادی) دارالافتاء (بریلی) میں کام کر رہے تھے۔ ایک دن آپ دارالافتاء میں پہنچے۔ مولانا ظفر الدین صاحب فتویٰ لکھ رہے تھے۔ مراجع کے لئے اٹھ کر فتاویٰ رضویہ المباری سے نکالنے لگے۔ حضرت (مفتی اعظم ہند) نے فرمایا۔ نوعمری کا زمانہ تھا۔ میں نے کہا۔ فتاویٰ رضویہ دیکھ کر جواب لکھتے ہو؟ مولانا نے فرمایا اچھا تم بغیر دیکھے لکھ دو تو جانوں۔ میں نے فوراً لکھ دیا۔ وہ رضاعت کا مسئلہ تھا۔ یہ آپ کا پہلا جواب تھا۔ یہ واقعہ ۱۳۲۸ھ کا ہے۔ اصلاح کے لئے اعلیٰ حضرت (فاضل بریلوی) کی خدمت میں پیش کیا۔ صحت جواب پر امام اہل سنت بہت خوش ہوئے اور صح الجواب بعون اللہ العزیز الوہاب لکھ کر دستخط ثبت فرمایا اور ''ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل الرحمٰن محمد عرف مصطفیٰ رضا'' کی مہر مولانا حافظ یقین الدین (بریلوی) سے بنوا کر عطا فرمائی۔

(ص ۲۲۳، ۲۲۴، تذکرہ علمائے اہل سنت مطبوعہ کانپور ۱۹۷۱ء/۱۳۹۱ھ)

حج وزیارت حرمین شریفین کی سعادت دو بار آپ کو تقسیمِ ہند سے قبل ۱۹۴۵ء ۱۹۴۸ء میں حاصل ہوئی۔ تیسری بار ۱۹۷۱ء/۱۳۹۱ھ میں اس شان کے ساتھ عازم حرمین شریفین ہوئے کہ باوجودیکہ بہت سے علمائے کرام کے نزدیک حج کے لئے فوٹو جائز ہے مگر آپ کی عزیمت کی بنیاد پر بین الاقوامی رائج الوقت عمل کے خلاف بغیر فوٹو کے پاسپورٹ حاصل ہوا اور سفر حج کے دوران جہاز میں کوئی ٹیکہ وغیرہ بھی نہ لگوا کر احتیاط وتقویٰ کی اس دور میں ایک روشن مثال قائم کر دی اور ضعف ونقاہت کے باوجود جس نشاط اور مستعدی اور شیفتگی ووارفتگی کے ساتھ مناسک حج ادا کیے وہ ہم سب کے لئے قابل رشک ہے۔ مولانا خالد علی خاں بریلوی اور مولانا عبدالہادی افریقی بریلی شریف سے مکمل طور پر شریکِ سفر رہے۔ یہ حضرات حرمین طیبین کے ایمان افروز اور رقت انگیز واقعات بتلاتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی عاشق وارفتہ جگر ہے جو مکہ مکرمہ کے اماکن

مبارکہ، اس کی شاہراہوں اور مدینہ طیبہ کے مقامات مقدسہ اور اس کی روح پرور گلیوں اور اس کے در و دیوار پہ اپنا سب کچھ نثار کرنے کی آرزو میں تڑپ رہا ہے اور دیوانہ وار ہر طرف اس کی نگاہیں اٹھ رہی ہیں۔

خانوادۂ رضویہ بریلی شریف جو عشق ومحبت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سرشاری میں ممتاز اور شہرۂ آفاق ہے اس کے آپ سراپا نمونہ تھے۔ کیونکہ آپ کا دل بھی کشتۂ تیغ ابروئے محمد تھا (صلی اللہ علیہ وسلم)۔خود فرماتے ہیں:

چارہ گر ہے دل تو گھائل عشق کی تلوار کا
کیا کروں میں لے کے پھایا مرہم زنگار کا

از سر بالین من برخیز اے ناداں طبیب
ہو چکا تجھ سے مداوا عشق کے بیمار کا

جانِ ایماں ہے محبت تری جانِ جاناں
جس کے دل میں یہ نہیں خاک مسلماں ہوگا

آہ! پورا مرے دل کا کبھی ارماں ہوگا
کبھی دل جلوہ گہِ سرورِ خوباں ہوگا

میرا گھر غیرتِ خورشید درخشاں ہوگا
خیر سے جانِ قمر جب کبھی مہماں ہوگا

ظلمتِ قبر کا کیا خوف مجھے اے نوریؔ
جب مرے قلب میں ایمان کا لمعاں ہوگا

سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہایت گہرا تعلق خاطر اور والہانہ قلبی لگاؤ تھا چنانچہ ان کی شان میں عرض گزار ہیں:

ترا جلوہ نورِ خدا غوثِ اعظم
ترا چہرہ ایماں فزا غوث اعظم

خدا ساز آئینۂ حق نما ہے
ترا چہرۂ پر ضیاء غوث اعظم

جھلک روئے انور کی اپنی دکھا کر
تو نوریؔ کو نوری بنا غوث اعظم

کھلا میرے دل کی کلی غوث اعظم
مٹا قلب کی بے کلی غوث اعظم

قدم گردنِ اولیاء پر ہے تیرا
تو ہے رب کا ایسا ولی غوث اعظم

خدا ہی کے جلوے نظر آئے جب بھی
تری چشم حق بیں کھلی غوث اعظم

تجلیِ نورِ قدم غوثِ اعظم
ضیائے سراج ظلم غوث اعظم

ترا حل ہے تیرا حرم غوث اعظم
عرب تیرا تیرا عجم غوث اعظم

کرم آپ کا ہے اعم غوث اعظم
عنایت تمہاری اتم غوث اعظم

چلا ایسی تیغ دو دم غوث اعظم
کہ اعداء کے سر ہوں قلم غوث اعظم

یہ دل یہ جگر ہے یہ آنکھیں یہ سر ہے
جہاں چاہیں رکھیں قدم غوث اعظم

تمہارے کرم کا ہے نوریؔ بھی پیاسا
ملے یم سے اس کو بھی نم غوث اعظم

الحاج حافظ نواب رحمت نبی خاں بریلوی، (ساکن کملا نہرو مارگ، سول لائن، بریلی) بیان فرماتے ہیں کہ انہیں مدتوں سے ایک شیخ کامل کی تلاش تھی۔ متعدد خانقاہوں اور مقامات مقدسہ کی زیارت کو گئے لیکن ان کا دل کہیں جم نہ سکا۔ مرشد طریقت بھی قادری سلسلہ کا ہونا چاہئے تھا اس لئے تلاش شیخ میں بے قرار ہو کر بغداد معلیٰ پہنچے کہ وہاں کے سجادہ نشین سے بیعت ہو جائیں مگر عقیدت کیش مسافر کو جس طرح کے رہنما و راہبر کی ضرورت تھی وہ یہاں بھی میسر نہ آسکا اور ان کا دل مطمئن نہ ہوا۔ جب اضطراب دل حد سے سوا ہوا تو محبوب سبحانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں ان کے مچلتے ارمانوں کو قرار بخشا اور ہونے والے مرشد کامل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ''جاؤ ان سے بیعت ہو جاؤ یہ میرے نائب ہیں''۔

چنانچہ ۱۹؍ذوالحجہ ۱۳۸۵ھ میں آپ نے حضرت مفتئ اعظم ہند کی بارگاہ میں حاضری دی اور بیعت وارادت کا شرف حاصل کیا۔ یہ سچا واقعہ جناب نواب رحمت نبی خاں بریلوی نے رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ میں جب کہ خانقاہ رضویہ بریلی شریف سے ان کے دولت کدہ پر حاضر ہوا تو مجھ سے بیان کیا اور اسے اپنی ایک کتاب میں تحریر بھی فرما دیا ہے۔

سادات کرام سے بھی مفتی اعظم ہند کو بے پناہ عقیدت تھی۔ تیسرے سفر حج ۱۳۹۱ھ میں آپ کو معلوم ہوا کہ خانوادۂ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ایک بزرگ حضرت سید عبد المعبود الجیلانی البغدادی جن کی عمر اس وقت ایک سو انچاس سال کی تھی وہ مکہ مکرمہ میں قیام پذیر ہیں۔ آپ بصد شوق ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کمرے میں پہنچے۔ سید صاحب استقبال کے لئے اٹھنے لگے تو آپ نے ان کا قدم چوم لیا۔ اور پھر احتراماً عام لوگوں کی صف میں بیٹھنا چاہا مگر انہوں نے آپ کو اپنی مسند سے قریب بغل میں بٹھا لیا۔ سید صاحب نے اثناء گفتگو ارشاد فرمایا:

''بفضلہٖ تعالیٰ میں نے اسی (۸۰) حج کیے ہیں۔ شیخ احمد رضا قادری سے بریلی میں میری ملاقات بھی ہوئی ہے وہ مجھ سے عمر میں تیس سال چھوٹے تھے۔ یہ واقعہ آپ کی ولادت سے قبل کا ہے''۔

اس کے بعد سید صاحب نے امام احمد رضا فاضل بریلوی کی دینی و علمی خدمات پر روشنی ڈالی اور پھر یہ خواہش ظاہر کی کہ شیخ احمد رضا قدس سرہٗ کی یہ نعت شریف ؎

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

کسی کو یاد ہو تو سنائے۔

چنانچہ مولانا عبد الہادی افریقی و دیگر حضرات نے ترنم سے پڑھا تو ساری فضا جذب و عشق کے عطر و عنبر سے مہک اٹھی۔ دوزانو بیٹھ کر سید صاحب نے سر جھکا کر پوری نعت سماعت فرمائی اور آخر میں بزبان عربی اپنی ایک نعت شریف سنا کر حاضرین کو محظوظ فرمایا۔

احترام سادات کا ایک دوسرا واقعہ بھی نہایت ایمان افروز ہے۔ انتقال کی شب جب کہ لوگ تیمارداری میں مصروف تھے ایک سید صاحب بھی وہاں موجود تھے اور وہ بھی خدمت میں لگے ہوئے تھے کہ اچانک آپ نے آنکھ کھولی اور فرمایا یہاں کوئی سید صاحب

ہیں؟ مجھے خوشبو محسوس ہو رہی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا جی حضور! سید محمد حسین صاحب ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''خدمت کر کے مجھے گنہگار نہ بنائیں۔ آپ صرف میرے حق میں دعائے خیر فرمائیں اور بس!

احترام نسبت کا یہ عالم تھا کہ دوسرے سفر حج میں جب آپ غار ثور کی زیارت کے بعد غارِ حرا کے قریب پہنچے تو اپنا عمامہ مبارکہ، جبہ، صدری، کرتا سب اتار کر زمین پر رکھ دیا۔ اس وقت سوزشِ عشق سے آپ کا قلب تپاں تھا اور آنکھوں سے اشک رواں۔ غار کے اندر گئے تو اس کی پاک مٹی بدن پر ملنے لگے اور اس کے ذرات سے اپنی پیشانی کو اس طرح چمکایا کہ کہکشاں کا جمال اور آفتاب نیمروز کی شعاعیں بھی اس کی تابانیوں پر قربان ہونے لگیں۔ اور چہرۂ مبارک لطافت ورعنائی اور طلعت وزیبائی کا ایک خوبصورت مرقع بن گیا۔

ایک بار مواجہۂ اقدس میں صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے بعد حرم شریف کے ایک خادم سے جھاڑو لے کر درود وسلام پڑھتے ہوئے اس مبارک سرزمین کو بُہارا۔ اس وقت کے جذب وشوق کا کیف وسرور نا قابل بیان ہے۔ آپ نے ایک بار نعت پاک میں فرمایا تھا ؎

خدا خیر سے لائے وہ دن بھی نوریؔ
مدینہ کی گلیاں بُہارا کروں میں

اس کو سچ کر دکھایا۔

اس سفر میں آپ نے مکہ مکرمہ میں ان علماء حرمین سے بھی ملاقات کی جنہوں نے امام احمد رضا فاضل بریلوی سے ان کے وقت میں حرمین طیبین میں ملاقات واستفادہ کیا تھا۔ یہ حضرات سید یحییٰ عمان علیہ الرحمۃ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

(۱) سید امین قطبی (۲) سید عباس علوی (۳) سید محمد نور۔ ان تینوں حضرات نے امام احمد رضا فاضل بریلوی کے دور کے حالات وواقعات بتلائے۔ ان کے علم وفضل کی تعریف وتوصیف کی اور حضرت مفتی اعظم سے خلافت حاصل کی۔

مفتی اعظم کی نعتیہ شاعری میں اخلاص قلب اور عشق صادق جو معنوی لحاظ سے نعتیہ شاعری کے اجزائے ترکیبی ہیں وہ اس کے اندر بدرجۂ اتم موجود ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

طبق پر آسماں کے لکھتا میں نعت شہِ والا
قلم اے کاش مل جاتا مجھے جبریل کے پر کا
جو آب وتاب دندانِ منور دیکھ لوں نوریؔ
میرا بحر سخن سرچشمہ ہو خوش آب گوہر کا

☆

وصف کیا لکھے کوئی اس مہبطِ انوار کا
مہر ومہ میں جلوہ ہے جس چاند سے رخسار کا
عرش اعظم پر پھر یرا ہے شہِ ابرار کا
بجتا ہے کونین میں ڈنکا مرے سرکار کا
دوجہاں میں بٹتا ہے باڑا اسی سرکار کا
دونوں عالم پاتے ہیں صدقہ اسی دربار کا
جاری ہے آٹھوں پہر لنگر سخی دربار کا
فیض پر ہر دم ہے دریا احمد مختار کا
فق ہے چہرہ مہر ومہ کا ایسے منھ کے سامنے
جس کو قسمت سے ملے بوسہ تری پیزار کا
کعبہ واقصیٰ وعرش وخلد ہیں نوریؔ مگر
ہے نرالا سب سے عالم جلوہ گاہِ یار کا

☆

قفسِ جسم سے چھٹتے ہی یہ پرّاں ہوگا
مرغِ جاں گنبدِ خضرا پہ غزل خواں ہوگا
جانِ ایماں ہے محبت تری جانِ جاناں
جس کے دل میں یہ نہیں خاک مسلماں ہوگا
نورِ ایمان کی مشعل رہے روشن پھر تو
روز وشب مرقدِ نوریؔ میں چراغاں ہوگا

اپنے والد ماجد امام احمد رضا کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے آپ نے بھی فقہ وافتاء میں درجۂ کمال حاصل کیا۔ ہزاروں فتاویٰ آپ کے قلم سے نکلے جن کے کچھ نمونے فتاویٰ مصطفویہ میں موجود ہیں۔ ہندوپاک کے علماء اپنے الجھے ہوئے مسائل آپ کی خدمت میں لے جاکر حل کراتے اور ہر پیدا ہونے والے مسئلے میں فیصلہ کے لئے نگاہیں آپ ہی کی طرف اٹھتی تھیں۔

مطبوعہ تصنیفات وتالیفات آپ کی بہت زیادہ نہیں مگر جو ہیں ان سے آپ کے بے پناہ علم وفضل وذہانت وطباعی ودوراندیشی وژرف نگاہی کا اندازہ ہوتا ہے۔ چند کتابوں کے نام درج ذیل ہیں: (۱)القسورة علیٰ ادّوار الحمرة الکفرة (۲)القول العجیب فی جواز التثویب (۳)النکة علیٰ مراء کلکته (٤)حجة واهره بوجوب الحجة الحاضرة (٥)وقعات السنان (٦)الموت الاحمر (۷)طرق الهدیٰ والارشاد (۸)فتاویٰ مصطفویه (۹)ادخال السنان (۱۰)طرد الشیطان (۱۱)وقایة اهل السنة (۱۲)سیف القهار (۱۳)الرمح الدیانی (۱٤)الطاری الدارمی (۱٥)الملفوظ (۱٦)نفی العار (۱۷)مقتلِ کذب وکید(۱۸) سامانِ بخشش (مجموعۂ نعت) وغیرہ۔

مفتی اعظم اپنے وقت کے بے مثال فقیہ ومفتی اور مرجع خواص وعوام تھے۔ بے شمار مفتیانِ کرام نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر فتاویٰ کے آداب سیکھے۔ فتاویٰ مصطفویہ کے نام سے آپ کے فتاویٰ کا ایک مجموعہ بہت پہلے شائع ہو چکا ہے۔ آپ کے فتاویٰ کے چھ نمونے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

مسئلہ:- جوگیان ڈاک خانہ ایجنٹ نگر، مرسلہ: مسلمانان قصبہ مذکورہ، ۱۱/ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۲ھ

خاندان مداریہ کے سلسلے جاری ہیں یا سوخت ہیں؟ بینوا بالدلیل وتوجروا۔

الجواب:- بے کار سوال کیے جاتے ہیں۔ نماز روزے وغیرہ ضروری مسائل تو پوچھے نہیں جاتے یہ بے کار باتیں دریافت کی جاتی ہیں اور پھر ایک بار نہیں واللہ اعلم کتنی بار یہ سوال آیا ہے۔ لوگ برابر اس سلسلہ میں بیعت کرتے مرید ہوتے ہیں انہیں یہ ثابت نہیں کہ یہ سلسلہ سوخت ہو چکا ہے۔ جن بزرگوں کو اس کی اطلاع ہے انہوں نے ایسا تحریر فرمایا ہے۔ اس میں اس درجہ جاہلوں کو پڑنا کہ ایک دوسرے کا دشمن ہو جائے تکفیر وتفسیق تک نوبت پہنچ جائے ہرگز جائز نہیں۔ جو مداری سلسلہ میں ہوتے ہیں ان سے تعرض نہ کریں کہ اس بے کار بحث کا نتیجہ سوا فساد اور کچھ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ص ۴۵۴، فتاویٰ مصطفویہ، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

مسئلہ:- از مرزا امتیاز بیگ رضوی، چھترپور (ایم-پی)

سیدی مرشدی ومولائی حضور مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم القدسیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین خاندانی منصوبہ بندی (فیملی پلاننگ) کے متعلق نسبندی کے آپریشن کرانے کے بارے میں (عورتوں اور مردوں کے متعلق) کیوں کہ آج کل گورنمنٹ کی طرف سے ایسے احکام آئے ہیں کہ نسبندی کا آپریشن نہ کرانے والے گورنمنٹی ملازم کو ملازمانہ ترقی نہ دی جائے گی (وغیرہ وغیرہ) عین نوازش ہوگی۔ حضور بذات خود تکلیف گوارا کر کے اس مسئلہ کو حل کر کے روانہ فرمائیں کیوں کہ میں گورنمنٹی ملازم ہوں اور گورنمنٹ کو اس کا جواب دینا ہے۔ فتویٰ قرآن وحدیث سے مدلل ہونا چاہیے۔

الجواب:- بعون الملك الوهاب۔ ضبط تولید کے لئے مرد کی نسبندی یا عورت کا آپریشن متعدد وجوہ سے شرعاً ناجائز وحرام ہے۔ اس میں اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز کو بدلنا ہے جو قرآن وحدیث کی نص سے ناجائز وحرام ہے۔

قرآن عظیم میں ہے: وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ۔ یعنی شیطان بولا میں ان کو بہکاؤں گا تو وہ اللہ کی پیدا کردہ چیزوں کو بدلیں گے۔

تفسیر صاوی میں ہے: من ذلك تغيير الجسم اوراس میں سے ہے جسم کی تغییر۔ اور تفسیر کبیر میں ہے: ان معنى تغيير خلق الله ههنا هو الاخصاء۔ الخ یعنی اس آیت میں تغییر خلق کا معنی خصی کرنا وغیرہ ہے۔

بخاری ومسلم کی حدیث ہے: لعن الله المغيّرات خلق اللّٰه، ملخصاً۔ یعنی اللہ کی لعنت ان عورتوں پر جو اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز (جسم کی قدرتی بناوٹ) کو بدلنے والی ہیں۔

نیز اس میں بے وجہ شرعی ایک نس اور عضو کاٹا جاتا ہے وہ بھی ایسی نس ایسا عضو جو توالد وتناسل کا ذریعہ ہے اور بے ضرورت شرعی دوسرے کے سامنے ستر وہ بھی ستر غلیظ کھولا جاتا ہے اور اس کو چھوتا بھی ہے اور یہ تینوں امور بھی حرام ہیں كما فى كتب الفقه۔ اور یہ قاطع توالد ہونے کے سبب معنی خصاء میں داخل ہے اور انسان کا خصی ہونا اور کرنا بھی بہ نص قرآن وحدیث حرام ہے جیسا کہ آیت وحدیث سے اوپر گذرا۔

نیز حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ليس منا من خصىٰ او اختصى یعنی جس نے دوسرے انسان کو خصی کیا یا خود خصی ہوا وہ ہم میں سے نہیں۔ (مشکوٰۃ شریف)

پھر یہ گمان کہ کثرت اولاد مفلسی کا باعث ہے غلط ہے۔ بلکہ اللہ ورسول کی نافرمانی وبے حیائی کے کام مفلسی کے اسباب سے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے: لا تقتلوا اولادكم من املاق نحن نرزقكم واياهم ولا تقربوا الفواحش ما ظهر منها وما بطن یعنی اپنی اولاد کو قتل نہ کرو مفلسی کے باعث ہم ہی تمہیں اور انہیں سب کو رزق دیتے ہیں اور بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپی۔

الحاصل نسبندی یا آپریشن شریعت اسلامیہ میں ہرگز جائز نہیں لہٰذا اس سے نفرت واحتراز لازم ہے۔ والمولىٰ تعالىٰ اعلم۔

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف صفحہ ۱۳-۱۴، شمارہ ستمبر ۱۹۸۴ء مطابق ۱۴۰۴ھ)

نس بندی سے متعلق یہ فتویٰ ایمرجنسی کے دوران (۱۹۷۵ء تا ۱۹۷۷ء) سائیکلو اسٹائل کرا کے بریلی شریف اور اس سے باہر متعدد شہروں اور صوبوں میں تقسیم کرایا گیا تھا۔

مسئلہ:- از خان بہادر نواب حاجی غلام محمد خاں صاحب حافظی متولی وقف مدرسہ اسلامیہ سعیدیہ دادون، حافظ منزل خیر آباد، جناب نواب مولوی ظہیر احمد صاحب متولی و منیجر مدرسہ اسلامیہ نیازیہ خیر آباد، اودھ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اوقاف اور جائیداد موقوفہ میں کسی مسلم یا غیر مسلم حکومت کا مندرجہ ذیل قوانین وضع کرنا جائز ہیں یا نہیں؟

(۱) ایسا قانون جو بقاء اور استحکام وقف کے خلاف ہو۔

(۲) ایسا قانون جس سے مزارعین کو حقیتِ انتقال آراضی حاصل ہو۔

(۳) ایسا قانون جس سے آمدنی پر ایسا اثر واقع ہو جس سے مداتِ مقرر کردہٗ واقف میں خلل واقع ہو۔

(۴) مصارف مصرحہٗ واقف کے خلاف کسی مصرف کا اضافہ کرنا (جیسا کہ فیس ایڈٹ یا صرف فیصدی کی رقم کا کمشنر اوقاف کو دیا جانا وقف بل کے ذریعہ سے پاس کیا گیا ہے)

(۵) بوقت ضرورت حکومت غیر مسلم کا تحویل محفوظ موقوفہ میں سے قرض لینا۔

الجواب:- یہ قوانین ظلم مبین صریح جور فضیح جفاء قبیح ستم مداخلت فی الدین ہیں۔ ان کا واضع مستحق عذاب مہین۔ حکومت مسلم ہو یا غیر مسلم کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا۔ ظلم کبھی کسی کے نزدیک جائز نہیں ہوسکتا۔ ایسے قوانین بنانے والے انھیں جاری کرنے والا ان پر راضی ہونے والا انھیں بخوشی مان لینے والا سخت اشد ظالم جفا کار گنہگار ٹھہرے گا۔ ان اشد ناجائز قوانین کے خلاف جو جس طرح آواز اٹھا سکتا ہو فرض ہے کہ پوری قوت سے اس کے خلاف آواز اٹھائے۔

بعض قوانین ان میں وہ ہیں جن سے وقف وقف ہی نہیں رہتا اور بعض وہ جن سے املاک موقوفہ کو شدید صدمہ پہنچتا صریح نقصان ہوتا ہے بعض وہ ہیں جن کا آمدنی اوقاف پر بدترین اثر پڑتا ہے۔ غرض یہ قوانین اوقاف پر نہایت ظلم مبین ہیں۔

کسی کا ظلم بخوشی انگیز کرنا اس کے خلاف جو کچھ کہہ سکتا کرسکتا وہ نہ کہنا نہ کرنا ظلم پر راضی ہونا ہے۔ ان قوانین پر ساکت رہنا حرام ہے۔ ان کی منسوخی کی کوشش انتہاء تک پہنچانا لازم۔

قال علیہ الصلاۃ والسلام من رضی عمل قوم کان شریک من عمل بہ۔ باوجود قدرت و استطاعت خاموش رہنے والے اس ظلم صریح پر آہ بھی نہ کرنے والے ظالموں میں شمار ظالمین کی رسی میں بحکم حدیث گرفتار ہوں گے۔

یہ منکر ہے اور ازالہ منکر تا حدِ طاقت و قوت فرض۔ قال صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذٰلک اضعف الایمان۔ ہاتھ نہیں اٹھا سکتا؟ کیا اس ظلم کو ظلم بھی نہیں کہا جا سکتا؟ یہ بھی فرض کیجئے تو اس سے اظہار ناراضی پر بھی کیا زبان بندی ہے؟ دفعہ ۱۴۴ رنافذ کردی گئی ہے؟

وقف تو ابداً تا قیام قیامت باقی رہنے ہی کے لئے ہے تو جو قانون اس کی بقاء کے خلاف ہو وہ سرے سے وقف ہی کو باطل کرنے کا قانون ہے۔ پھر یا رب مداخلت فی الدین کے سر کیا سینگ ہوتے ہیں؟ وقف میں شرط واقف سے کمی بیشی حرام ہے کہ شرط واقف کا اتباع ایسا ہی لازم جیسا کہ خود نص شارع کا۔ (وقف میں) بے اجازت خاصہ شرعیہ تغییر و تبدیل یقیناً ناجائز۔ الاشباہ

والنظائر میں فرمایا: شرط الواقف کنص الشارع ای فی وجوب العمل به۔

وقف کے منافع کے لئے بھی مصارف مشروطہ پر زیادت ناجائز ہے۔ امام محقق علی الاطلاق بالغ مرتبۂ اجتہاد امام کمال الدین ابن الھمام نے ''فتح القدیر'' میں ارشاد فرمایا۔ ایسے ہی جگہ جہاں منافع وقف کے لئے مصارف مشروطہ پر زیادت کی جائے۔ امرنا بابقاء الوقف علی ما کان۔ جن اوقاف کے واقفین کی شرائط کا پتہ نہ چلتا ہو وہاں کے لئے حکم ہے کہ قدیم الایام سے جو مصارف متولیان یکے بعد دیگرے کرتے چلے آئے ہیں وہی کیے جائیں گے۔ جدید تصرف، اس میں بھی اضافہ نہیں ہوسکتا۔ ''فتاویٰ خیریہ'' میں فرمایا: اذا وجد شرط الواقف فلا سبیل الیٰ مخالفته واذا فقد عمل بالاستفاضة والاستیمارات العادیة المستمرة من تقادم الزمان الیٰ ھذا الوقت۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

(ص۴۰۰ و ۴۰۱، فتاویٰ مصطفویہ، رضا اکیڈمی، ممبئی)

مسئلہ:- ازمہندرو ضلع پٹنہ درگاہ حضرت شاہ ارزان قدس سرہٗ، مرسلہ: سید شاہ عاشق حسین صاحب ۹؍جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ

بندہ نواز، السلام علیکم۔ مسلمانوں پر اس وقت جو مظالم ڈھائے جارہے ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔ کانگریس گورنمنٹ کی طرف سے بہار مسلم وقف بل کونسل میں پیش ہے۔ مسلم لیگ اس کی مخالف ہے۔ اس بل پر تبصرہ جو شائع ہوا ہے اور اس بل کی مخالفت میں رائے عامہ اور فتاویٰ جو شائع ہوئے ہیں ان کی ایک ایک کاپی کونسل کے ممبران و گورنر و وایسرائے کو بھیج دی گئی ہے۔ ایک کاپی آپ کے ملاحظہ کے لئے بھی بھیجی جاتی ہے اور ایک فرد استفتاء منسلک ہے جس پر جناب بھی براہ عنایت فتویٰ مختصر تحریر فرما کر جلد مجھ کو بھیج دیں۔

آپ کا دعاء گو! شاہ عاشق حسین

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں

(۱) مسلمانوں کے اوقاف میں کسی حاکم یا غیر حاکم کو اختیار ہے یا نہیں کہ وہ شرائط واقف کا منشاء واقف کے خلاف مخالفت میں کرے یا واقف کے مقرر کردہ متولی کے خلاف کوئی جدید قانون بنانے کی اسکیم پیش کرے جب کہ واقف اپنے منشاء کے مطابق اپنے مقرر کردہ متولی کے سپرد کیے اور اس اختیار پائے ہوئے متولی نے اپنے بعد کے لئے اپنا جانشین متولی مقرر کیا جس کا اس کے سوا اختیارات یکے بعد دیگرے جانشین متولی کو سپرد ہوتا چلا آیا۔ دراں حالے کہ واقف نے وقف کے اختیارات اپنے منشاء کے خلاف نہ تو کسی کمیٹی کے سپرد کیے نہ کسی بورڈ کے مگر گورنمنٹ یہ چاہتی ہے کہ متولی کے اختیارات اپنے مقرر کردہ کسی کمیٹی یا بورڈ کو دے کر حقِ تولیت سے متولی کو محروم کردے۔ تو زبردستی ایسا کرنا مداخلت فی الدین ہے یا نہیں؟

(۲) وقف کی جائیداد کی سابق مقرر کردہ لگان میں کمی کردینا جس سے آمدنی کم ہوکر امور خیر میں حسب منشاء واقف صرف نہ ہوسکے یا وقف کی آمدنی جو صرف امور خیر کے لئے تھی اس میں سے ایک معقول رقم لے کر نیا دفتر یا کوئی کمیٹی یا کوئی بورڈ قائم کرکے اس میں جو صرف امور خیر کے لئے تھی اس میں سے ایک معقول رقم لے کر نیا دفتر یا کوئی کمیٹی یا کوئی بورڈ قائم کرکے اس میں صرف کرنا یا کسی قسم کا کوئی ٹیکس لگانا یا اس میں سے بطور چندہ وصول کرنا شرعاً جائز ہے یا

نہیں؟ بینوا توجروا۔ جواب باصواب جلد عنایت ہو۔

الجواب:- جناب محترم، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ نامہ گرامی مع استفتاء موصول ہوا۔ فقیر مکان پر موجود نہ تھا اس لئے جواب میں تاخیر ہوئی۔ تکلیف انتظار ہوئی معافی کا خواستگار ہوں۔ مظالم کے خوگر، جفا پیشہ، ستم گر، ظلم پرور، جور کے عادی جو مظالم کریں کم ہیں۔ بندگانِ خدا کو اوروں کے مظالم سے محافظت کے بلند بانگ دعاوی کرنے والے خود جو کچھ قوانین گڑھتے پاس کرتے ہیں اور جیسی کچھ داد عدل وانصاف دیتے دلاتے ہیں کسے معلوم نہیں؟ ان کے املاک پر جیسی جیسی چیرہ دستیاں قانون کی آڑ میں ہوتی ہیں ظاہر ہے۔ وہی اب اور ترقی کر کے خاص املاک الٰہی پر دست تعدی دراز کرنا چاہتے ہیں مگر از نام حفاظت۔ وہی جو املاک بندگان پر شب وروز طرح طرح تعدیاں کرتے بے اذن مالکان زبردستی تصرف حکومت کے بل بوتے پر نشہ حکومت سے مخمور ہو کر کرتے ہیں اب اوقاف پر ہاتھ پھیر نا مشق ستم کرنا چاہتے ہیں۔

کون نہیں جانتا کہ ملک غیر میں تصرف ظلم ہے اور ظلم کس کے نزدیک حرام اور اشد جرم نہیں؟ پھر کیا کچھ ہوتا ہے اس سے کون واقف نہیں؟ مگر اس کا کیا علاج کہ خود جو کچھ کیا جائے وہ ظلم نہیں۔ یونہی کون نہیں جانتا کہ وقف میں منشاء وغرض وشرط واقف کے خلاف عمل خاص ملک الٰہی میں تصرف محض بے جا ظلم ناروا جور وجفا ہے۔ مقصد وقف ہی کا صریح ابطال ہے۔ شرعاً نہ صرف شرعاً ہی بلکہ عقلاً بھی۔

وہ امور جو سوال میں مذکور ہوئے سخت ناجائز وقبیح۔ جور وظلم صریح ہیں اور دین میں کھلی مداخلت فضیح۔ غیر حکام، اور یہ حکام کیسے؟ خود شرعی حکام بھی وقف میں ایسے امور نہیں کر سکتے یا دخل نہیں دے سکتے جو ایسا کرے گا وہ جائر جابر ستم گر ظالم ٹھہرے گا۔

علماء ارشاد فرماتے ہیں: شرط الواقف کنص الشارع فی وجوب العمل بہ اھ مختصراً (اشباہ) صرحوا بان مراعاۃ غرض الواقفین واجبۃ (ردالمحتار) امرنا بابقاءِ الوقف علی ما کان (فتح القدیر) القاضی لا یملك التصرف فی الوقف مع وجود المتولی (ردالمحتار) لیس للقاضی ان یقرر وظیفۃ فی الوقف بغیر شرط الواقف (درمختار) اذا وجد شرط الواقف فلا سبیل الی مخالفۃ الخ۔ (فتاویٰ خیریہ)

مسلمانوں پر لازم کہ تا حد استطاعت پوری قوت سے اس وقف بل کے خلاف آواز اٹھائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ص ۴۰۰ تا ۴۰۳ فتاویٰ مصطفویہ، رضا اکیڈمی ممبئی)

مسئلہ:- از جے پور گھاٹ دروازہ مسئولہ نمائندگان برادری لوہاران۔ جے پور، مرسلہ: امام اعظم علی صاحب ۲۲ محرم ۱۳۵۸ھ

جناب عالی علمائے دین بعد ادائے آداب کے عرض ہے کہ جو حادثہ یہاں جامع مسجد کے دروازہ وسیع کرنے پر فائرنگ ہوئی اس کی بابت اسٹیٹ کے حکام بالا یعنی خان بہادر عبدالعزیز خاں یہ فرماتے ہیں کہ راجہ بہادر کی یہ مرضی ہے کہ جامع مسجد مسلمانان جے پور کے لئے ایک لاکھ روپیہ خرچ کر کے دوسری بنوادی جائے لہٰذا اس پر غور طلب ہے کہ شریعت سے اس کی بابت کیا حدیث ہے کہ کفار راجہ کے روپے سے مسجد بنانے پر اس مسجد میں نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور اس مسجد کے معاوضہ میں دوسری مسجد لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- جو مسجد ہو چکی تا قیام قیامت وہ مسجد رہے گی۔

مسجد بیچ ڈالنے بدل لینے کی چیز نہیں نہ چند یا ساری دنیا کے مسلمانوں کے بیچنے بدل لینے سے وہ مسجد مسجد ہونے سے نکل سکے۔ ایک لاکھ نہیں اگر راجہ اپنی ساری ریاست دے اور مسجد نہیں مسجد میں سے ایک گز بھر زمین لے ہرگز مسلمانوں کو اس کا اختیار نہیں۔ جو اس پر راضی ہوں گے اشد گنہگار ہوں گے۔ بیچنے خریدنے والے سب ظالم جفا کار ٹھہریں گے۔ نہ مسجد کی تعمیر سوا مسلمانوں، کسی کے لئے صحیح و درست۔

قال تعالیٰ ما کان للمشرکین ان یعمروا مسٰجد اللّٰہ شھدین علیٰ انفسھم بالکفرط اولٰئك حبطت اعمالھم وفی النارھم خلدون۔ انما یعمر مسٰجد اللّٰہ من اٰمَنَ باللّٰہ والیوم الاٰخر واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ ولم یخش الا اللّٰہ فعسی اولٰئِكَ ان یکونوا من المھتدین۔ (سورہ توبہ آیت ۱۷)

ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ غیر مسلم مسلمانوں کو روپیہ دے دے۔ مسلمان اس روپیہ کا مالک ہوکر مسجد بنائے۔ یا غیر مسلم کسی زمین پر عمارت بنا کر مسلمانوں کو دے دے۔ مسلمان اس پر قابض ہوکر اس کے مالک ہوکر اسے وقف کر دیں۔ ان دونوں صورتوں میں وہ مسجد ہوجائے گی۔ اس صورت میں کہ غیر مسلم مسجد بنائے اور اسے اپنی ملک پر باقی رکھے یا خود وقف کرے وہ مسجد نہ ہوگی۔ نماز اس میں ہوجائے گی مگر مسجد کا ثواب نہ ہوگا نہ اس کے لئے احکام مسجد ثابت ہوں گے۔

اگر مسجد جامع کی بجائے دوسری مسجد بنا کر مسلمانوں کو دے دینے کا خیال ہے کہ مسلمان اس پر قابض ہوکر اسے وقف کریں اور اسے مسجد جامع کرلیں۔ اور جو مسجد اب تک جامع تھی اسے جامع نہ رکھیں مگر وہ مسجد رہے۔ صرف جامع نہ رہے۔ بجائے اس کے جامع یہ نئی مسجد کی جائے تو یہ کرسکتے ہیں۔ مگر سوال کے لفظ یہ ہیں کہ مسجد کے معاوضہ میں دوسری مسجد لینا جائز ہے یا نہیں؟ اس کا مطلب ظاہر یہی ہے کہ دوسری لے کر پہلی کو مسجد ہی نہ رکھا جائے گا یہ ہرگز نہیں ہوسکتا اس پر جو راضی ہوگا وہ عذابِ الیم اور شدید وبال ونکال اپنے سر لے گا۔ وہ مسجد ابداً آباد تک مسجد ہی رہے گی۔

مسجد خاص ملک الٰہی ہے جسے نہ کوئی بیچ سکتا ہے نہ بدل سکتا ہے۔ آباد و معمور مسجد تو آباد و معمور ہے جو مسجد غیر آباد ہوگئی ہو، خرابہ میں پڑ گئی ہو، بہت خستہ بالکل شکستہ ہوچکی ہو وہاں اس کے اردگرد آبادی بھی نہ رہی ویرانہ میں آگئی ہو، لوگ اس سے مستغنی ہوچکے ہوں، غرض کوئی بھی حالت ہو۔ ایسی مسجد کو بھی نہیں بیچا جاسکتا بلکہ اس کے ملبہ کڑی تختہ اینٹ پتھر کو دوسری مسجد میں نہیں لگایا جاسکتا۔

''ردالمحتار'' میں ہے: ان المسجد اذا خرب یبقی مسجداً ابداً۔ اسی میں حاوی قدسی سے ہے: لا یجوز نقلہ ونقل مالہٖ الی مسجد آخر۔

''عالمگیری'' میں ہے: لو صار احد المسجدین قد یما وتداعی الی الخراب فاراد اھل السکہ بیع القدیم وصرفہ فی المسجد الجدید فانہ لا یجوز۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔ (ص ۲۶۷ تا ۲۶۹ فتاویٰ مصطفویہ مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

مسئلہ:- از سرائے خام مدرسہ اشاعت العلوم مرسلہ: علی حسین بریلی، مورخہ ۲۷/ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ

علمائے اسلام اور دیانت وتقویٰ شعار اہل علم کی توجہ ذیل کے معاملہ کی طرف مبذول کرائی جاتی ہے۔ امید ہے کہ احکام شرعی صادر فرمائے جاویں گے۔

لاہور میں مسجد شہید گنج کی تحریک نے اب ایک پیچیدہ صورت اختیار کی ہے کیوں کہ بعض مسلمانوں نے اس سے اختلاف کرنا شروع کیا ہے جن کو عام مسلمانان لاہور غدار وغیرہ کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ وہ اس تحریک کو بے کار قرار دیتے ہیں جس کی بناء پر عام مسلمانوں میں یہ شبہات پیدا ہو رہے ہیں۔

آیا مسجد شہید گنج کو شرعاً مسجد قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور جب اس کو سکھوں نے گورنمنٹ پنجاب کی اعانت وحفاظت میں گرایا ہے تو کیا اس زمین کو اب مسجد کا حکم حاصل ہے یا نہیں؟

اس کی حفاظت کے جذبہ میں سرشار ہو کر جن مسلمانوں نے اس کے گرانے کو اپنے مذہب پر اور اس کے ضمن میں اپنی مذہبی عزت پر ایک شدید حملہ سمجھا اور بہ حیثیت مسلمان اپنی عزت کو بچانے کی غرض سے مسجد شہید گنج میں جانا چاہا اور بصورت ممانعت بطور احتجاج راستہ پر بیٹھ گئے اور محض اس جرم کی پاداش میں کہ مسجد اور اپنی عزت کی حفاظت کی غرض سے وہ راستہ پر سے نہ ہٹتے تھے ان پر آتش بازی کی گئی جس سے ان پُر امن نہتوں کی جانیں تلف ہوگئیں۔ آیا وہ شرعاً شہید ہیں یا نہیں؟

مسجد مذکور کو موجودہ قانون مسلمانوں کے حوالہ کرانے میں اپنے آپ کو عاجز بتاتا ہے اس لئے عدالت اس امر میں مسلمانوں کی مدد نہیں کرتی لیکن مسلمانوں میں یہ قدرت ضرور ہے کہ وہ اس کارروائی کے خلاف زبانی احتجاج کریں، پر امن مظاہرے کر کے مخالفین کو مجبور کریں کہ وہ توہین مسجد سے باز آجائیں۔ ان کی یہ کارروائی ان کے لئے باعث ہلاکت نہیں ہوسکتی بلکہ اگر کوئی تکلیف جرمانہ یا قید کی اس کے مقابلہ میں ان کو پہنچے گی بھی تو وہ قابل برداشت ہوگی اس لئے اس بارے میں پُر امن احتجاج اور مظاہرے کرنا مسلمانوں کے لئے من حیث المذہب ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- لاہور کی مسجد شہید گنج ہو یا کہیں کی کوئی مسجد جو مسجد ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مسجد ہے۔ اس کی مسجدیت باطل نہیں ہوسکتی۔ سکھوں نے شہید کی ہو یا کسی نے وہ مسجد جیسے شہید ہونے سے پہلے مسجد تھی یوں ہی اب بھی مسجد ہے اور قیامت تک مسجد رہے گی۔

عیاذاً باللہ کافروں کے قبضہ میں مسجد آجانے سے کسی کے نزدیک اس کی مسجدیت نہیں جاتی۔ کعبہ برسہا برس قبضۂ کفار میں رہا جس کے گرداگرد مشرکوں نے تین سو ساٹھ بت رکھے ہر دن ایک نئے بت پوجا کرتے اس قبضہ سے کعبہ غیر کعبہ نہیں ہوگیا۔ وہاں بتوں کے نصب کرنے اور پوجا ہونے سے قبلہ بت خانہ نہیں بن گیا وہ جیسا خالصاً للہ تعالیٰ برائے قربت وطاعت الٰہی پہلے تھا یوں ہی جب رہا یوں ہی اب ہے یوں ہی ابدالآباد تک رہے گا۔ اسی طرح مسجد کا وہ بقعۂ طاہرہ جو خالصاً للہ تعالیٰ برائے طاعت وقربت وقف کیا گیا وہ جب مسلمانوں کے قبضہ میں تھا جیسا جب تھا ویسا ہی سکھوں کے قبضہ میں چلے جانے کے بعد رہا۔ ویسا ہی مسجد کی عمارت شہید ہوجانے کے بعد اب ہے۔ اصل مسجد تو وہ موضع صلاۃ ہے عمارت ہو یا نہ ہو جو جگہ مسجد ہوگئی مسجد ہی رہے گی۔ الا عند محمد فی بعض الصور وھذہ لیست منھا۔

''عنایہ'' میں فرمایا: فی زمان الفترۃ قد کان حول الکعبۃ عبدۃ الاصنام ثم لم یخرج موضع الکعبۃ بہ ان یکون موضعاً للطاعۃ والقربۃ خالصاً للہ تعالیٰ فکذلك فی سائر المساجد۔

مسجد کی ابدیت ان بعض کتب معتمدہ کی ان عبارات سے روشن۔حاوی قدسی وتنویرالابصارودرمختارمیں ہے: ولو خرب ما حوله واستغنی عنه یبقی مسجداً عند الامام والثانی ابداالی قیام الساعة وبه یفتی۔

ردالمحتارمیں ہے۔ قوله ولو خرب ما حوله الخ ای ولو مع بقائه عامرا وکذا لو خرب ولیس له ما یعمر به وقد استغنی الناس عنه لبناء مسجد اخر۔

اسی میں بحروفتح ومجتبیٰ وحاوی سے تائیدیں لیتے ہوئے فرمایا۔ قوله عند الامام والثانی فلا یعود میراثا ولا یجوز نقله ونقل ما له الیٰ مسجد اٰخر سواء کانوا یصلون فیه او لا وهوالفتویٰ حاوی القدسی واکثر المشائخ علیه مجتبی وهو الا وجه فتح اه بحر اذا خرب المسجد وفی الفتاویٰ اذا خربت القریة التی فیها المسجد وجعلت مزارع وخرب المسجد ولا یصلی فیه احد فلا بأس بان یأخذه صاحبه ویبیعه وهو قول محمد وعن ابی یوسف لا یعود الی ملك البانی ولا الی ملك ورثته وهو مسجد ابداً۔

بحرالرائق پھرشامی میں ہے۔علم ان الفتویٰ علی قول محمد فی آلات المسجد وعلی قول ابی یوسف فی تابید المسجد۔ ردالمحتارمیں ہے۔ان الفتویٰ علی ان المسجد لا یعود میراثاً ولا یجوز نقلهٗ ونقل ما له الی مسجد اخر۔

حاشیہ علامہ سیدی ابن عابدین علی الدرمیں ہے۔ ای قوله ینصرف مفرع علی قول الامام وابی یوسف ان المسجد اذا خرب یبقی مسجدا ابدا۔اسی میں ہے۔ علمت ان المفتی به قول ابی یوسف انه لا یجوز نقله ونقل ماله الیٰ مسجد اٰخر کما مر عن الحاوی۔

فتاویٰ حجہ پھرمضمرات پھرہندیہ میں فرمایا۔ لو صار احد المسجدین قدیما وتداعیٰ الی الخراب فاراد اهل السکة بیع القدیم وصرفه فی المسجد الجدید فانه لا یجوز اما علی قول ابی یوسف فلان المسجد وان خرب واستغنی عنه اهله لا یعود الی ملك البانی واما علیٰ قول محمد وان عاد بعد الاستغناء ولکن الیٰ ملك البانی وورثته فلا یکون لاهل المسجد علی کلا القولین ولایة البیع والفتویٰ علیٰ قول ابی یوسف انه لا یعود الیٰ ملك مالك ابداً۔

ان عبارات سے آفتاب نصف النہار کی طرح روشن وآشکارا ہوا کہ مسجد شہید گنج مسجد ہی ہے۔بستی کے مسلمان اسے وہ تو وہ ہے کسی ایسی مسجد کو جو بوجہ قدامت بوسیدہ وخراب ہوچکی ہوتی جس سے استغناء ہوگیا ہوتا غیرآباد ہوگئی ہوتی ویرانہ میں پڑگئی ہوتی ایسی مسجد کو بھی فروخت نہیں کرسکتے۔مسجد شہید گنج کو مسلمان سکھوں یا کسی کے ہاتھ فروخت کرڈالتے تو بھی وہ بیع نہ ہوسکتی۔ وہ ہزار بار اگر فروخت کی جائے تو بھی وقف ہی ہے۔ع

ہزار بار جو یوسف بکے غلام نہیں

مسلمانوں کی شامت اعمال کہ ہرمعاملہ میں کچھ نہ کچھ لوگ کسی نہ کسی وجہ اپنی ذاتی غرض ومنفعت یا محض خوشامد میں اختلاف کا علم

اٹھالیتے ہیں۔ یہ بات بھی کوئی اختلاف کی تھی۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔

اپنی جہالت سے اسلام و مسلمین کو نقصان پہنچاتے غلبۂ کفر وکافرین کا موجب ہوتے ہیں کفار کی امداد واعانت کرتے ہیں۔ والعیاذ باللّٰہ تعالیٰ۔

گورنمنٹ کا قانون کہ وہ کسی کے مذہب میں مداخلت نہ کرے گی کبھی دست انداز نہ ہوگی۔ مگر ایسے ہی لوگ ہیں جو حکومت کو اپنے بدعمل سے فریب دیتے ہیں اور اس معاہدہ کی خلاف ورزی کرکے گورنمنٹ کو بدنام کراتے ہیں۔ رعایا میں بداعتمادی پھیلاتے ہیں۔

ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ گورنمنٹ اس قانون معاہدہ کے ہوتے ہوئے مسجد کو مسجد جانتے ہوئے کیوں کر مسلمانوں کو اس سے روکتی اور مسلمانوں کی عبادت گاہ سکھوں کو شہید کرنے دیتی اور سکھوں کی حفاظت کرکے جو مسجد کو شہید کرتے ہیں ان کی امداد واعانت کرتی؟ جب تک اسے ایسے ہی لوگوں نے کوئی سخت خطرناک فریب نہیں دیا۔ ہوسکتا ہے کہ ایسے لوگوں نے گورنمنٹ کو یہی باور کرایا ہو کہ اب وہ مسجد نہ رہی۔ ایک فریب اور بھی مسموع ہوا ہے کہ جسے مسجد شہید گنج کہا جاتا ہے یہ درحقیقت مسجد نہیں مسجد نما ایک عمارت ہے جو کسی قاضی کی کچہری تھی۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ان دشمنان عقل وخرد کو یہ معلوم نہیں کہ مسلمان کوئی عمارت مسجد نما نہیں بناتے کیا کوئی اور عمارت ایسی دکھائی جاسکتی ہے جو مسجد نما ہو مسجد نہ ہو؟ قاضی کی کچہری کی بھی ایک ہی ہوئی۔ ان جہلاء کو کیا معلوم کہ پہلے مقدمات ومجالس نکاح وغیرہ امور مساجد ہی میں ہوا کرتے۔ خود زمان برکت نشان حضور سید الانس والجان میں یہی تھا۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو کیا اس سے وہ مسجدیں مسجدیں نہ رہیں قاضیوں کی کچہریاں ہوگئیں؟ والعیاذ باللّٰہ تعالیٰ۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

۲- مساجد بیوت اللہ ہیں اللہ کے دین کا شعار عظیم ہیں اور کسی شعار دین کی ادنی سے ادنیٰ ہتک ہرگز مسلمان برداشت نہیں کرسکتے۔ بیشک بیشک شعار دین پر حملہ ہے مسلمانوں کی ذاتی ہی عزت پر حملہ نہیں بلکہ مسلمانوں کی دینی عزت پر بھی جس پر مسلمان اپنی عزت وآبرو اپنی جان ومال تن من دھن سب کچھ قربان کردینے کا سچا جذبہ رکھتے ہیں اور جو بن پڑے اور جس کی ان کا دین ومذہب اجازت دے وہ سب کچھ کرگذرنے کو تیار رہتے ہیں۔

مسجد شہید گنج یقیناً شعار دین ہے۔ مسجد کی حفاظت وصیانت فرض مبین ہے۔ جہاں تک جس جائز طریقہ سے ہوکرنا ناگزیر ہے۔ کلیجہ اس مسلمان کہلانے والے کا دیکھو جوان مسلمانوں کو جنہوں نے مسجد کی حفاظت وصیانت چاہی گورنمنٹ کے خلاف ہاتھ اٹھانا کیسا لب تک نہ ہلایا اور مسجد کی حفاظت وصیانت چاہتے ہوئے اپنی جانیں جان آفریں کے سپرد کردیں شعار دین پر اپنی قربانیاں چڑھا دیں اللہ کے راستہ میں اپنی جانیں نثار کیں انہیں حرام موت مرنے والا کہے؟ حدیث تو ارشاد فرمائے۔ من قتل دون مالہ فھو شھید ومن قتل دون دمہ فھو شھید ومن قتل دون دینہ فھو شھید ومن قتل دون اھلہ فھو شھید اور یہ برخلاف حکم حدیث کہے نہیں نہیں جو مسجد کی حفاظت وصیانت میں مارے گئے وہ شہید نہ ہوئے۔

حدیث فرماتی ہے۔ اپنی جان کی حفاظت کرتے ہوئے اپنے گھر والی یا کسی قرابت والے کی حرم سے حفاظت میں بلکہ اپنے مال کی حفاظت میں جو مارا جائے وہ شہید ہے۔ دین کی حفاظت تو دین کی حفاظت ہے تیسیر شرح جامع صغیر میں حدیث مذکور کی شرح میں علامہ مناوی قدس سرہٗ یوں فرماتے ہیں۔ من قتل دون ما لہ ای عند رفعہ من یرید اخذہ ظلماً فھو شھید ای فی حکم الآخرۃ لا الدنیا ومن قتل دون دمہ ای فی الدفع عن نفسہ فھو شھید ومن قتل دون دینہ ای فی نصرۃ دین اللّٰہ والذب عنہ فھو شھید ومن قتل دون اھلہ ای فی الدفع عن بضع حلیلتہٖ او قریبتہٖ فھو شھید فی حکم الأخرۃ لا الدنیا لان المؤمن محترم ذاتاً ودماً واھلاً ومالاً فاذا ارید منہ شئ من ذلک جازلہ الدفع عنہ فاذا قتل بسببہ فھو شھید۔

جو ان لوگوں کو حرام موت مرنے والا بتاتا ہے اس کے طور پر یہی نہیں بلکہ جو مسلمان اذان پر یا قربانی گاؤ پر شہید ہوتے رہے وہ سب بھی حرام موت مرے اور یہی نہیں بلکہ تیرہ سو برس کے اندر جتنے لوگ اپنا فرض ادا کرتے ہوئے مارے گئے وہ سب معاذ اللہ ایسی ہی حرام موت مرے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ۔

قرامطہ ملعون نے مکہ معظمہ پر حملہ کیا ہزارہا حجاج کو قتل کیا جن میں بڑے بڑے حضرات علماء بھی تھے اولیاء تھے وہ قتل ہوتے رہے اور گاجر مولی کی طرح کٹتے رہے مثلاً حضرت شیخ علی بابویہ صوفی۔ اعلام الاعلام میں ہے۔ لم یقطع طوافہ علی بابویہ وجعل یقول۔

تری المحبین صرعیٰ فی دیارھم
کفتیۃ الکھف لا یدرون کم لبثوا
والسیوف تقفوہ الی ان
سقط میتا رحمہ اللّٰہ تعالیٰ

آنجناب نے طواف جاری رکھا تلواریں پڑ رہی ہیں اور وہ طواف قطع نہیں فرماتے۔ وہاں سے بھاگنا کیسا طواف جاری رکھتے ہوئے یہ شعر پڑھنا شروع کر دیا۔ تری المحبین الخ تو محبوں کو ان دیار میں مدہوش پائے گا جیسے اصحاب کہف کہ انہیں خبر نہیں کہ وہ کہف میں کتنا رہے۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

وہ صحابۂ کرام جو انواع انواع آلام دیئے گئے اور سخت ایذاؤں کے ساتھ قتل کیے گئے کہ اپنا فرض چھوڑ دیں انہوں نے ساری ایذائیں تکلیفیں آلام خوشی سے برداشت کیے قتل ہونا منظور کیا مگر جسے اپنا فرض جانتے تھے نہ چھوڑا۔ یہ سب معاذ اللہ شہید نہ ہوئے؟

ازالۂ منکر فرض ہے۔ اس کے تین مرتبے حدیث میں ارشاد ہوئے کہ فرمایا: من رأی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان۔ جو تم میں کوئی منکر دیکھے تو اس پر لازم ہے کہ اسے اپنے ہاتھ سے مٹا دے اگر اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو زبان سے اور اگر اس کی قدرت نہ رکھتا ہو تو دل سے اسے برا جانے اور یہ اضعف ایمان ہے۔

مسجد جو شعار دین ہے اس کا گرانا یا کسی طرح اہانت کرنا بھی ضرور منکر اعظم ہے اور ضرور اس کا ازالہ جس طرح ہو سکے گا جائز طور پر وہ لازم ہے۔

مسلمانوں میں یہاں اس کی استطاعت نہ تھی کہ وہ مسجد ڈھانے والوں کو بقوت روکتے ان پر جہاد کرتے حملہ آور ہوتے تو انہوں نے ایسا نہ کیا کہ یہ اس حالت میں اس کی انہیں اجازت نہ تھی۔

اب دوسری صورت یہ تھی کہ زبان سے احتجاج کریں اپنی حق بات کا خوب روشن طریقہ پر اثبات کریں غیروں کے باطل دعویٰ کا واضح طور پر ابطال کریں مسجد میں اور مسجد کے راستوں میں بیٹھ جائیں کہ پہلے مسجد والوں کو ختم کردو پھر مسجد کو ہاتھ لگاؤ، اتنا ہجوم ایک ساتھ ایک بات بالحاح کہے شاید ان پر اثر انداز ہو۔ انہوں نے اپنا فرض ادا کرنا چاہا مضطر ہوکر شہید گنج کی طرف چلے بدنام کنندگانِ حکومت نے انہیں روکا وہ رک گئے پھر جذبۂ حفاظت وصیانت سے متاثر ہوکر بڑھے پھر روکے گئے بار بار یہی ہوا آخر کار ان نہتوں پر جن سے کسی طرح کسی خطرناک کارروائی کا اندیشہ صحیح نہیں تھا حکومت نے آتشبازی کی اور اللہ جانے کتنے مجروح ہوئے کتنے شہید کتنی بیبیاں بیوہ ہوئیں اور کتنے بچے یتیم کتنے گھر بے چراغ ہوئے اور کتنے مکانات ماتم کدہ بن گئے۔

امر بالمعروف اور ازالۂ منکر میں اگر کوئی ضرر لاحق ہو تو ترک حلال ہے لازم نہیں بلکہ کرنا افضل ہے۔ جو مسلمان اسے سن کر کے ازالہ میں مارے گئے وہ خدا کی راہ میں شہید ہوئے۔

تیسیر شرح جامع صغیر میں حدیث مذکور کی تشریح یوں ہے:

من رأی ای علم منکم معشر المسلمین المکلفین القادرین منکرا ای شیئاً قبحه الشرع فعلا اوقولاً فلیغیره بیده وجوباً شرعاً اوعقلاً فان لم یستطع الانکار بیده بان ظن لحوق ضرربه فبلسانه فان لم یستطع ذالك بلسانه لوجود مانع لخوف فتنة او خوف علی نفس اوعضوا ومال فبقلبهٖ ینکره وجوباً بان یکرهه ویعزم انه لو قدر فعل وذٰلِكَ ای الانکار بالقلب اضعف الایمان۔

فتاویٰ خلاصہ میں فتاویٰ صغری سے ہے۔ الامر بالمعروف یحل وان کان یلحقه الضرر غالباً او یعلم یقیناً وفی فتاویٰ القاضی الامام اذا رأی الرجل منکرا من قوم وهو یعلم انه لونهاهم عنه قبلوا منه فانه لا یسعه ان یسکت ویترك وان کان یعلم لونهاهم لایستمعون وسعه ان یترك والنهی افضل وان علم انهم یضربونه او یشتمونه لونهاهم وسعه ان یترکه۔

مسلمان اگر مجبور تھے تو اس سے کہ شہید کرنے والوں کو اپنے زور بازو سے روکیں۔ ان پر حملہ آور ہوں جہاد کریں۔ زبانی منع کرنے اس پر فرداً فرداً احتجاج کرنے تھک کر الحاح کرنے اور دوسرے جائز طریقوں سے روکنے سے تو مجبور نہ تھے؟ جو کر سکتے تھے اس کا کرنا تو ان کے ذمہ لازم وفرض تھا یا قانوناً یہ بھی منع تھا؟ پھر جب مسلمانوں نے اپنا فرض ادا کیا اور وہ فرض ادا کرتے ہوئے حکومت کو بدنام کرنے والوں کے گڑھے ہوئے اندیشہ کی بنا پر ظلماً شہید ہوئے وہ کیوں نہ شہید ہوئے اور کیوں حرام موت مرے؟ کسی کے گھر پر کوئی ظالم قوم چڑھ آئے اور وہ اپنی چلتی جائز طریقوں سے اپنے گھر کی حفاظت چاہے اور گھر کو ڈھانے سے باز رکھنے کی کوشش کرے اس پر انہیں ظالمین میں کہ وہ جن کا تعلق حکومت سے ہو زبردستی اس مظلوم کو حکومت کا مجرم فسادی امن عامہ کو برباد کرنے والا ٹھہرا کر حکومت کو اس سے اندیشہ اور خطرہ بتا کر قتل کرلیں وہ مظلوم مرے تو حرام موت مرے۔ کیا انصاف ہے؟

جب اپنے گھر کی اپنے مال کی حفاظت میں جو قتل کیا جائے بحکم حدیث وہ شہید ہے۔تو یہ تو خدا کے گھر کی حفاظت وصیانت چاہتے ہوئے شہید ہوئے ہیں۔ ہم حکومت کو ملزم نہیں کہہ سکتے اس نے جو کچھ کیا غلط یا صحیح اندیشہ فساد کی بنا پر کیا اگر حکومت پر اس الزام کا جواب ہمارے خیال میں نہیں تو اس نے جیسے اندیشہ فساد کی بنا پر مسلمانوں کو روکا تھا یوں ہی سکھوں کو مسجد کے شہید کرنے سے کم از کم اس وقت ہی روک دیتی۔ اور نہ اس الزام کا ہماری سمجھ میں کوئی معقول جواب ہے کہ حکومت کے ایسے لوگ جو خطرناک کارروائیاں کر گذرتے ہیں۔حکومت ان کی تحقیقات کر کے انہیں سزا کیوں نہیں دیتی؟ اس کا ایسا اعتبار کیوں کرتی ہے کہ انہیں آئے دن ایسی غلط اور پرخطر کارروائیاں کرنے کی جرأت ہوتی ہے؟

ہاں ایک ہی صورت ہے جس سے گورنمنٹ مسلمانوں کی اشک شوئی کرسکتی ہے وہ یہ کہ جو کچھ عمال حکومت نے دانستہ یا نادانستہ غلطی کی اور ناقابل تلافی نقصان پہنچایا کافی تحقیقات کے بعد اس کا ان سے انتقام مسلمانوں کی جانب سے لے۔ اور مسجد شہید گنج مسلمانوں کے حوالہ کرے۔ سید حبیب اور جن ناکردہ خطا لوگوں کو عمال حکومت نے بے وجہ گرفتار کیا ہے انہیں آزاد کرے۔

دو آنکھیں خدا نے اسی مصلحت سے دی ہیں کہ دونوں جانب نظر کی جائے۔ حکام کی حمایت ضرور حکومت پر لازم ہے کہ اگر حکام کی حمایت نہ کی جائے تو حکام کام نہ کرسکیں رعایا سے ان پر اندیشہ زیادتی ہو مگر رعایا کی رعایت بھی حکومت کا فرض ہے۔اگر ادھر نظر التفات نہ کرے گی تو وہی نتیجہ ادھر ہوگا کہ حکام رعایا پر ظلم توڑیں گے اور اس پر زیادتی کریں گے۔ جو حاکم غلطی کا ارتکاب کرے اسے سرزنش کرنا لازم اور جیسی غلطی ہو ویسی سزا ضرور۔ گورنمنٹ جیسے اپنے معاملات میں خطا پر فوری سزا دیتی ہے اور جیسی تحقیقات کرتی ہے ویسی ہی تحقیقات ویسی ہی سزا اس خطا پر کی جائے۔ ماننا نہ ماننا اس کا اختیار ہے۔

مانو نہ مانو اس کا تمہیں اختیار ہے
ہم نیک وبد سے آپ کو آگاہ کر چکے

تقریر بالا سے روشن ہوگیا کہ مسلمانوں پر مسجد کی حفاظت وصیانت لازم ہے۔ وہ ان کا فرض ہے۔ جائز طریقوں سے تا حد امکان اس میں سعی کریں۔ جو امر جائز اور مفید ہو اسے کریں اور ناجائز نامفید سے بچیں۔ کوئی ایسی بات نہ کی جائے جس سے فائدہ کی بجائے نقصان ہو۔ پرامن احتجاج اور مظاہرہ اگر مفید ہوں اور کرسکتے ہوں تو بیشک کریں اپنا فرض کسی کی کراہت کی وجہ سے اور کسی کی خوشنودی سے ہرگز ترک نہیں کیا جاسکتا مگر جب کہ اس سے ضرر رسانی کا اندیشہ ہو۔

جب قانون اس سے مانع نہیں تو کوئی اندیشہ نہیں ایسا قانون ہو بھی نہیں سکتا۔ آخر عام اضطراب اور بے چینی کا اظہار اور کس طرح ہوسکتا ہے اور حکومت کو اس کا علم اور کیسے کرایا جاسکتا ہے؟ اگر ایسا قانون ہو تو کیا اس کے یہ معنی نہ ہوں گے کہ نہ تڑپنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے۔ ہرگز کوئی قانون ایسا نہ ہوگا اور اگر ہو جائے تو جب بھی اتنا ہوگا کہ لزوم نہ ہوگا وبس۔

(ص ۲۴۴ تا ۲۵۰، فتاویٰ مصطفویہ، مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی)

مفتی اعظم ہند کے اندر ایمانی جرأت ایسی تھی کہ بلا خوف لومۃ لائم ہر صحیح اور سچی بات برملا کہتے اور اس میں کسی طرح کی مداھنت اور بے جا رعایت کے قائل نہ تھے۔ جب کوئی خلاف شرع کام دیکھتے فوراً ٹوکتے۔ بے داڑھی والا مسلمان سامنے آتا تو اس کو سختی

کے ساتھ داڑھی رکھنے کی تاکید کرتے۔ محافل میلاد اور جلسوں میں کوئی نعت خواں غلط شعر پڑھ دیتا جس میں شرعی سقم ہوتا یا کوئی خطیب وواعظ غلط مسئلہ یا روایت بیان کرتا تو فوراً وہیں مجمع عام میں اس کی اصلاح کرتے اس سے توبہ کراتے۔ اگر کوئی ننگے سر سامنے آتا اس کو بھی برداشت نہ فرماتے اور تنبیہ فرماتے۔ اس طرح کے نہ جانے کتنے واقعات پیش آئے جن سے قریب رہنے والے ہزاروں علماء وعوام بخوبی واقف ہیں۔

تقسیم ہند کے بعد جب کہ مسلمان اور ہندو دونوں ایک دوسرے کے خلاف سخت مشتعل تھے اور برصغیر ہندوستان میں آگ اور خون کی ہولی کھیلی جارہی تھی اور صبح وشام خوف وہراس کے سائے میں گذر رہے تھے ایسے ہنگامہ خیز دور میں آپ مسجد میں ہی نماز ادا کرنے جاتے اور لوگوں کے منع کرنے کے باوجود اپنی جان کی بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے وقت پر مسجد پہنچ جاتے۔ دنیا آج بھی جاکر دیکھ سکتی ہے کہ محلّہ سوداگران بریلی میں صرف آپ کا خاندان آباد ہے۔ بقیہ سب ہندو ہیں جن میں کثیر تعداد پاکستان سے آئے ہوئے شرنارتھیوں کی ہے۔

مفتی اعظم نے اپنی زبان فیض ترجمان سے عظیم الشان دینی خدمات انجام دی ہیں۔ ہمیشہ گمراہوں کو راہِ ہدایت دکھاتے رہے اور اپنے چند جملوں سے قلوب کی تسخیر کا آپ وہ کارنامہ انجام دیتے جو اوروں کی سیکڑوں تقاریر پر بھاری ہوتے۔ آپ کی دلکش اور مقدس صورت دیکھ کر بے شمار غیر مسلم آپ کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے اور ہزاروں بدعقیدہ آپ کی صورتِ زیبا دیکھ کر اور آپ کے حسن اخلاق وکردار سے متاثر ہوکر بدعقیدگی سے تائب ہوئے۔

بیعت وارشاد کے سلسلے میں اپنے دور میں آپ بے مثل و بے نظیر تھے اور آپ ایسے عارف وکامل مردمومن تھے جس کی نگاہ حق بیں شریعت وطریقت کے اسرار ورموز اور ان کی تہ تک فوراً پہنچ جائے۔ آپ کے دامن کرم سے وابستہ مریدوں کی تعداد دسیوں لاکھ تھی۔ دلوں پر آپ کی سلطانی وحکمرانی ایسی مسلّم تھی جس کی مثال آپ کے دور میں عالم اسلام کے اندر ہمیں کہیں نظر نہیں آتی۔

افسوس کہ عرب وعجم کا یہ فقید المثال فقیہ ومفتی ومرشد وشیخ طریقت شب پنجشنبہ ۱۴/محرم الحرام ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۲/نومبر ۱۹۸۱ء ایک بج کر چالیس منٹ پر مسلمانانِ عالم اور کروڑوں عقیدت مندوں کو اچانک داغِ مفارقت دے گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

بی بی سی لندن، آل انڈیا ریڈیو، پاکستان ریڈیو اور اخبارات ورسائل نے اس المناک ووحشت ناک حادثہ کی خبر ساری دنیا میں پھیلا دی جس سے مسلمانوں پر ایک بجلی سی گر پڑی اور سوگواروں کے قافلے بریلی شریف کی جانب چل پڑے۔ کاروں، بسوں، ٹرینوں اور ہوائی جہازوں سے علماء وفضلاء ونمائندگان حکومت ہزاروں ہزار کی تعداد میں جمع ہوگئے۔ تین بج کر ۲۰/منٹ پر بعد نماز جمعہ اسلامیہ کالج بریلی کے وسیع وعریض میدان میں سرکارِ کلاں حضرت مولانا سید مختار اشرف اشرفی سجادہ نشین کچھوچھہ مقدسہ ضلع فیض آباد نے نماز جنازہ پڑھائی اور اس کے بعد خانقاہ عالیہ رضویہ میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کے پہلو میں آپ کو سپرد لحد کیا گیا۔ جس کے انوار وتجلیات کا چشمِ سر سے مشاہدہ کرکے زبان خلق پکار اٹھی۔

نصیب تیرا چمک اٹھا دیکھ تو نوریؔ
عرب کے چاند لحد کے سرہانے آئے ہیں

پروپیگنڈے اور گودی میڈیا کا شکار مسلم سماج

از۔مولانا غلام مصطفٰے نعیمی، روشن مستقبل دہلی

میڈیائی پروپیگنڈے کو سمجھیں!! ایسا لگتا ہے ہمارے معاشرے کے قائدین/تنظیمی سربراہان اور دانش وران گودی میڈیا کے مباحثے(debates) زیادہ دیکھتے ہیں، یا ان میں جذبۂ مسابقت بہت زیادہ ہے۔اس لیے جیسے ہی گودی میڈیا کسی مدعے پر اپنا ایجنڈا اچلاتی ہے تو مشائخ / دانش وران اور تنظیمی ذمہ داران بھی جانے انجانے انہیں کی بولی بولنے لگتے ہیں۔جیسے ہی کوئی پیر یا کوئی تنظیم کسی مدعے پر لیٹر پیڈ جاری کرتی ہے بس دیکھتے ہی دیکھتے اسی عنوان پر لیٹر پیڈوں کی باڑھ سی آجاتی ہے،جس کی شدت دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ اگر حکومت وانتظامیہ نے ان حضرات کی اپیل پر دھیان نہیں دیا تو کہیں یہ حضرات خود میدان کارزار میں نہ کود پڑیں۔

اس جذباتیت کو کیا کہا جائے؟: یوں تو ملک میں آئے دن قتل وغارت گری اور دنگا وفساد کی خبریں آتی رہتی ہیں لیکن کچھ خبریں ایسی ہوتی ہیں جو دل ودماغ پر گہرا اثر چھوڑتی ہیں۔کچھ خبریں ایسی بھی ہوتی ہیں جنہیں ایک خاص ایجنڈے کے تحت پلانٹ کیا جاتا ہے تاکہ اس کے ذریعے اپنے اہداف کی تکمیل کی جاسکے۔یہ کام اس ہوشیاری کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ اچھے خاصے سمجھ دار لوگ بھی ان کے پرسپشن میں پھنس جاتے ہیں اور بغیر سوچے سمجھے وہی کرتے/ بولتے ہیں جو مدمقابل چاہتا ہے۔چند سال پہلے کشمیر میں ایک حادثہ ہوا، جو اپنی نوعیت کے حساب سے بے حد تکلیف دہ تھا مگر اس کی تشہیر کے پیچھے ایک سیاسی پارٹی کا مفاد پوشیدہ تھا۔اس لیے نہایت عیاری کے ساتھ میڈیا کی مدد سے ایجنڈا اچلایا گیا اور اسی بہانے سیاسی مارکیٹنگ کی گئی۔عوامی جذبات کو اس طرح Manipulate کیا گیا کہ حکومتی لاپرواہی اور بدانتظامی پر سوال اٹھانے کی بجائے یہ ماحول بنا دیا کہ اس نازک موڑ پر آپ حکومت کے ساتھ ہیں کہ نہیں؟

بس پھر کیا تھا دیکھتے ہی دیکھتے مشائخین کرام اور تنظیمی سربراہان کی مذمتیں بل کھاتی ہوئی موجوں کی طرح نکلیں اور گلی کوچوں تک میں پھیل گئیں۔پروپیگنڈا اس قدر طاقت ور تھا کہ ایک پیر صاحب تو مریدین کے ساتھ احتجاجی مارچ لے کر نکل پڑے۔جذبات کا اُبال اس قدر تھا کہ موصوف بار بار مقتولین کا بدلہ لینے کے نعرے لگا رہے تھے۔وہ تو اچھا ہوا کہ حکومت نے ان کی بات کو سنجیدگی سے نہ لیتے ہوئے انہیں بارڈر پر نہیں بھیجا ورنہ خدا جانے کیا ہوتا۔

مذمتوں کی نئی لہر: ابھی چند دن پہلے ہی ناموس رسالت کے نام پر راجستھان میں ایک قتل ہوا۔شرعی اور قانونی اعتبار سے اس قتل کی تائید نہیں کی جاسکتی کیوں کہ کسی بھی انسان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ خود سے کسی کو قتل کردے۔اگر کسی نے کوئی جرم کیا ہے تو اسے سزا دینا حکام اور عدلیہ کا کام ہے۔ایسے معاملات کے لیے ایک نظام ہے اور ہر شہری کو اسی نظام پر عمل کرنا ضروری ہے۔

جیسے ہی اس قتل کی خبر وائرل ہوئی فوراً ہی ایک خاص ایجنڈے کے تحت قوم مسلم کو نشانے پر لے لیا گیا۔ میڈیا ہاؤس اور لبرلوں نے ایسا شور مچایا مانو اس سے پہلے اس نوعیت کا قتل ہوا ہی نہیں تھا۔ حالانکہ کسی ایک مسلمان نے بھی اس قتل کی تائید نہیں کی، سبھی نے اسے خلاف قانون بتایا اور قانونی کاروائی کی حمایت کی مگر پھر بھی میڈیائی یلغار جاری رہی۔ حالانکہ جس شہر میں حالیہ واقعہ ہوا اسی شہر میں چند سال پہلے ایک شدت پسند ہندو ''شنبھو لال ریگر'' نے ایک بوڑھے مسلمان ''افرازُل'' کو نہایت بے دردی سے قتل کیا تھا۔ پہلے کلہاڑی سے کاٹا جب وہ مزاحمت کے قابل نہ رہا تو پیٹرول ڈال کر زندہ جلا دیا۔ ''شنبھو لال'' کی درندگی کا عالم یہ تھا کہ اس نے اپنے نابالغ بھتیجے سے اس بہیمانہ قتل کو فیس بک پر لائیو بھی کرایا تا کہ مسلمان خوف زدہ رہیں۔ ہم افرازُل کے قتل سے حالیہ قتل کو نہ تو ہلکا کر رہے ہیں اور نہ اسے جواز فراہم کر رہے ہیں۔ ہمارے نزدیک دونوں وارداتیں ملکی قانون کی خلاف ورزی ہیں جس کی کوئی ذمہ دار شخص تائید نہیں کر سکتا لیکن ایک قتل پر خاموشی اور دوسرے قتل پر پوری قوم پر نشانہ، آخر یہ دورنگی کیوں؟ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ حالیہ قتل کی تردید کے ساتھ ساتھ میڈیا اور شدت پسندوں کے دوغلے رویے کو بھی بے نقاب کیا جاتا مگر میڈیائی نریٹو کا جادو دیکھیے کہ ان پر سوال اٹھانے کی بجائے ہر ایک دفاعی پوزیشن میں آ کر صفائیاں دینے اور مذمت کرنے میں جٹ گیا۔ جسے دیکھو وہ مذمت لیے کھڑا ہے۔ پرنٹ میڈیا سے سوشل میڈیا تک دل کھول کر مذمت بانٹی جا رہی ہے۔ انہیں لگتا ہے اگر مذمت نہیں کی گئی تو کہیں ہماری "امن پسندانہ امیج" خراب نہ ہو جائے، ایک دانش ور نے تو کمال کا مشورہ دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ:

"پچاس علما جمع ہوں، مقتول کے گھر تک ہمدردی مارچ نکالیں اور پوری امت کی جانب سے اس کے گھر والوں سے معافی مانگیں اور سبھی مسجدوں میں اس کے لیے دعائیں مانگیں۔"

اب بتائیے کہ اس جذباتیت کو کیا نام دیا جائے؟ ان دانشوروں/ پیروں اور تنظیمی ذمہ داروں کو یاد رکھنا چاہیے کہ لا اینڈ آرڈر آپ کا نہیں حکومت وانتظامیہ کا مسئلہ ہے۔ غیر قانونی اقدام کی تردید ضرور کی جائے لیکن اس کا بھی ایک اسلوب اور انداز ہوتا ہے، یہ نہیں کہ آپ زمانے بھر کی ساری مذمتیں کسی ایک قوم سے جڑے معاملے پر ہی ختم کر دیں؟

ہمارے مشائخین/تنظیمی ذمہ داران اپنی یادداشتوں پر زور ڈالیں، گذشتہ چند برسوں میں کس سفاکیت کے ساتھ راہ چلتے افراد کو قتل کیا گیا، کیا ہمیں مذمت کرتے ہوئے ان واقعات پر حکومت/ میڈیا اور شدت پسندوں سے سوال نہیں کرنا چاہیے؟

آئے دن شرپسند جماعتوں کے غنڈے نہتھے مسلمانوں/ دلتوں اور کمزور افراد کو ہجومی شکل میں قتل کرتے ہیں۔ ویڈیو بنا کر فخریہ وائرل کرتے ہیں۔ مگر ان کا سماج ایسے بے رحمانہ قتل پر مذمت کی بجائے اُنہیں قومی ہیرو بناتا ہے۔ قاتلوں کو عوامی استقبالیہ دیا جاتا ہے۔ دیوی دیوتاؤں کے ساتھ ان قاتلوں کی جھانکی نکالی جاتی ہے۔ مرکزی وزرا ان قاتلوں کو پھول مالا پہنا کر استقبالیہ دیتے ہیں۔

ایجنڈا سمجھیں: پچھلے کچھ سالوں سے کٹر پنتھی تنظیموں کے غنڈے مسلمانوں/ دلتوں/ عیسائیوں اور آدی واسیوں کو مختلف حیلوں بہانوں سے قتل کرتے آ رہے ہیں، لیکن گودی میڈیا نے ایسا نریٹو

(Narrative) سیٹ کیا ہے کہ کٹر پنتھیوں کی وحشیانہ حرکتوں اور انسانیت سوز مظالم کو یا تو دکھایا نہیں جاتا یا سرسری سا دکھا کر دوسرے مدعوں کو سنسنی خیز بنا دیا جاتا ہے تاکہ ان کی درندگی پر پردہ پڑا رہے۔اس کے برعکس اگر اقلیتوں/ دلتوں اور آدی واسیوں کی طرف سے کوئی معمولی سا جرم بھی سرزد ہوجائے تو یہ لوگ اس پر ہفتوں تک بحث ومباحثہ (Debates) کراتے ہیں۔ملزم سے جڑی تمام باتوں/ کاموں اور افراد کو مشکوک بنانے کی سازشیں کرتے ہیں۔ نارمل باتوں/ چیزوں سے اپنی من مرضی کا مطلب نکالتے ہیں اور کھینچ تان کر اسے دہشت اور مذہبی شدت سے جوڑنے کی ہر ممکن سعی کرتے ہیں۔لوگوں کو اپنا ہم نوا بنانے کے لیے اموشنل کارڈ کھیلتے ہوئے متاثرین کے اہل خانہ کا درد وغم بار بار دکھایا جاتا ہے، ان کی مظلومیت اور بے بسی کو بنیاد بنا کر ملزم کی قوم اور مذہب کو پوری طرح ٹارگیٹ کیا جاتا ہے۔ماحول ایسا بنا دیا جاتا ہے کہ اچھا بھلا آدمی بھی ان کے نریٹو میں پھنس جائے اور وہی بول دے جو یہ بلوانا چاہتے ہیں۔جیسے ہی ان کی مرضی کی بات باہر آتی ہے یہ اسی بات کو موضوع سخن بنا کر پوری قوم کو شدت پسند ثابت کرنے میں جٹ جاتے ہیں۔اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ دادری کے بوڑھے محمد اخلاق، جھارکھنڈ کے 12 سالہ امتیاز اور کشمیر کی آٹھ سالہ آصفہ کے بے رحمانہ قتل پر بھی میڈیا اور متعصب ہندو سماج مذمت کی بجائے قاتلوں اور زانیوں کے حق میں ترنگا یاترا نکالتے ہیں۔کورٹ میں بھگوا جھنڈا لہراتے ہیں۔وکیلوں کو دھمکاتے ہیں،لیکن جو گودی میڈیا نربھیا ریپ کانڈ پر مہینوں زانیوں کے خلاف مہم چلاتا ہے وہ آٹھ سال کی آصفہ کے ساتھ ہوئی درندگی اور بہیمانہ قتل پر چُپّی سادھ لیتا ہے۔جو سماج افرازل کے قاتل کی جھانکی نکالتا ہے میڈیا اس کے خلاف کوئی ڈبیٹ نہیں کرتی اور نہ اس ذہنیت پر بات کرتی ہے کیوں کہ یہ سارا نریٹو آخر انہیں کا تیار کیا ہوا ہے جس کا مقصد صرف اتنا ہے کہ وہ ظالم ہوتے ہوئے بھی مظلوم بنے رہیں اور ہم مظلوم ہوکر بھی ظالم کہلائیں۔

یاد رکھیں! شدت پسندوں کے دباؤ اور میڈیائی پروپیگنڈے کے لیے استعمال ہونے سے بھی مسائل حل نہیں ہونے والے کیوں کہ ان کا ایجنڈا بہر صورت آپ ہی کو قاتل ثابت کرنا ہے بھلے ہی قتل آپ ہی کا ہوا ہو۔

ہمی کو قاتل کہے گی دنیا، ہمارا ہی قتل عام ہوگا
ہمی کنواں کھودتے پھریں گے،ہمی پہ پانی حرام ہوگا

☆

کانوڑ یاترا اور مسلمانوں کی مشرک نوازی

ہندو سماج میں اپنے بھگوانوں کو خوش کرنے کے لیے مختلف یاترائیں (سفر) کرنے کا رواج ہے جیسے امرناتھ یاترا، نرمداپَرِیکرما، چوراسی کوس پَرِیکَرما، جگنّاتھ یاترا، پَنچ کوشی یاترا، چار دھام یاترا، گووَردَھن یاترا وغیرہ۔کانوڑ یاترا بھی اسی مذہبی رواج کا ایک حصہ ہے جسے اُتر بھارت کے یوپی، اترا کھنڈ، راجستھان، ہریانہ اور ایم پی وغیرہ میں بسنے والے ہندو افراد مذہبی عقیدت کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔گذشتہ کچھ سالوں سے اس یاترا کا چلن بڑی تیزی کے ساتھ بڑھا اور بڑھایا گیا ہے جس کی وجہ سے کانوڑ یاترا اب ایک بڑا مذہبی تہوار بن گئی ہے۔

کانوڑ یاترا کیا ہے؟: ہندو بکرمی کیلنڈر کا پانچواں مہینہ ساون کہلاتا ہے۔اسی مہینے میں ہندو سماج کے لوگ اپنے اپنے علاقوں سے گنگا یا دیگر ندیوں کا سفر کرتے ہیں۔اس سفر کے لیے ہندو لوگ درمیانی لمبائی کا بانس لیتے ہیں اور باریک لکڑیوں سے اس کے اگلے پچھلے کناروں پر رنگ برنگے کاغذ اور پنّی سے مندر جیسا ہلکا پھلکا نقشہ بناتے ہیں۔بانس کے دونوں جانب گنگا جل بھرنے کے لیے برتن لٹکایا جاتا ہے۔بس اسی چیز کو کانوڑ کہا جاتا ہے۔ہندو عقیدت مند اپنے کندھے پر کانوڑ اٹھا کر ہری دوار جیسے شہروں کا سفر کرتے ہیں۔ اور وہاں سے گنگا ندی کا پانی لاکر مقامی شِو مندروں میں چڑھا کر اپنے بھگوان شِو کی پوجا کرتے ہیں۔

پہلے یہ سفر پیدل کیا جاتا تھا لیکن گذشتہ کچھ وقت سے کانوڑ یاترا کے لیے موٹر سائیکل اور کھلی ہوئی four wheeler گاڑیوں کا استعمال کیا جارہا ہے۔جس میں ڈی جے سسٹم کے ساتھ شِو کی بڑی سی مورتی نصب کی جاتی ہے۔کچھ نوجوان اس گاڑی پر سوار ہوتے ہیں جب کہ درجنوں نوجوان موٹر سائیکل پر سوار ہو کر ریلی کی شکل میں ناچتے گاتے نکلتے ہیں۔آج کل یہی طریقہ سب سے زیادہ ڈیمانڈ میں ہے۔

کانوڑ کا بڑھتا چلن: سن 1990 تک کانوڑ یاترا کا بہت زیادہ چلن اور رواج نہیں تھا۔چند سادھو سنت اور مذہبی افراد ہی یہ رسم ادا کرتے تھے۔اس لیے عوام الناس کو زیادہ پتا بھی نہیں چلتا تھا اور عوامی زندگی اس سے متاثر بھی نہیں ہوتی تھی۔نوّے کی دہائی سے رام مندر تحریک اور شہادت بابری مسجد کے بعد متشدد تنظیموں نے اظہار طاقت کے لیے اس یاترا کو بڑھاوا دینا شروع کیا۔جس کے تحت مختلف علاقوں میں کانوڑ کیمپوں کا انعقاد کیا جانے لگا۔جہاں کانوڑیوں کے رہنے/کھانے/ پینے/ علاج ومعالجہ کا بندوبست کیا جاتا تھا۔ابتداً یہ کام بڑے شہروں اور چنندہ علاقوں میں شروع ہوا۔کم وقت میں شہرت کے خواہاں افراد نے اس موقع کو غنیمت جانا اور اپنی اپنی سطح پر کانوڑ کیمپ لگائے اور اسی بہانے اپنی برانڈنگ شروع کردی۔اس کا نتیجہ بھی ملنے لگا جو بھی کانوڑ کیمپ لگاتا دیکھتے ہی دیکھتے وہ مقامی سطح کا لیڈر بن جاتا،بس پھر کیا تھا جسے دیکھو وہ بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے نکل پڑا اور اب تو نوبت یہاں تک آگئی ہے کہ ساون کا مہینہ آتے ہی گاؤں،قصبوں اور شہروں کے گلی کوچے کیمپ لگانے والوں کے پوسٹر اور بینروں سے پَٹ جاتے ہیں۔پیسہ عوامی چندے کا ہوتا ہے مگر نام لیڈر کا ہوتا ہے،دھرم پریمی ہونے کا ٹائٹل الگ ملتا ہے، اب اس سے اچھا کام آج کے زمانے میں بھلا اور کیا ہوسکتا ہے؟

حکومتی نوازشات: کانوڑ یاترا کی تشہیر میں کئی سیاسی و دھارمک تنظیمیں شامل تھیں اس لیے عوامی مقبولیت بڑھتے ہی سیاسی فائدہ اٹھانے کے لیے جا بجا حکومتی سطح پر کیمپوں کا انعقاد ہونے لگا۔جہاں علاج ومعالجہ کی سہولت اور کھانے پینے کا بہترین نظم کیا جاتا۔حکومت اور عوامی پذیرائی کے احساس سے عام ذہن کا جھکاؤ اس یاترا کی جانب بڑھنے لگا۔جھانکی اور ڈاک کانوڑ کے چلن نے پیدل مشقت سے بچا دیا جس نے ہندو نوجوانوں کو کانوڑ کی جانب بہت زیادہ راغب کیا۔انہیں وجوہات کی بنا پر آج کانوڑ یاترا اُتّر بھارت کا ایک بڑا دھارمک تہوار بن گئی ہے۔ان دنوں اتر بھارت کے زیادہ تر

صوبوں میں بھاجپا کی حکومتیں قائم ہیں اس لیے کانوڑیوں کے لیے نیشنل ہائی وے کو ایک طرف سے مکمل بند کر دیا جاتا ہے۔ ہَری دُوار جانے والے راستوں کا سارا ٹریفک دیگر راستوں پر نکالا جاتا ہے تاکہ کانوڑیوں کو کسی طرح کی دقت نہ ہو۔

حکومت کی کانوڑ نوازی کا یہ رُخ بھی بڑا اہم ہے کہ کانوڑ روٹ کے تمام ضلعی افسران کو حکم دیا گیا ہے وہ کانوڑیوں پر پھولوں کی بارش کریں اس لیے ایس پی اور ڈی ایم سطح کے افسران کانوڑیوں کی گُل پوشی اور ان کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ خود یوپی اور اتراکھنڈ کے وزرائے اعلی نے ہیلی کاپٹر کے ذریعے کانوڑیوں پر گل پاشی کا کارنامہ سرانجام دیا۔

کہتے ہیں افسر شاہی حکومتی مزاج کے تحت اپنا ایجنڈا طے کرتی ہے اس لیے موجودہ حکومتوں کے رویے دیکھتے ہوئے افسر شاہی بھی کانوڑ نواز دکھنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑنا چاہتی اس لیے مارے جوش کے 15 جولائی کو یوپی کے Basic education department نے حکومتی اساتذہ کے نام ایک ہدایت نامہ جاری کیا اور انہیں اسکول جانے کی بجائے کانوڑیوں کی خدمت کرنے کا حکم دیا۔ ایک تو معاملہ اسکول کا تھا، دوسرے کانوڑیوں کی خدمت کا، جسے سماجی طور پر خود کو بڑا سمجھنے والا ایک طبقہ بالکل بھی پسند نہیں کرتا اس لیے اس ہدایت نامے پر اعتراضات شروع ہو گئے۔ بالآخر ہنگامے کے بعد یہ حکم نامہ واپس لیا گیا لیکن اس حکم نامے کے اجرا سے یہ بات اچھی طرح ظاہر ہوگئی کہ حکومت جس کام کو اپنی ترجیحات میں شامل کر لے تو افسر شاہی حکومتی خوش نودی کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتی ہے۔ ساون کے جھلتے/ برستے مہینے میں اس کے نظارے یوپی، ہریانہ اور اتراکھنڈ میں خوب دکھائی دے رہے ہیں۔

مسلمانوں کی مشرک نوازی: ایک زمانے تک عام مسلمان بھی عقیدۂ توحید پر اس قدر راسخ تھے کہ شرک کے سائے تک سے پرہیز کرتے تھے لیکن چند مفاد پرست سیاست دانوں اور فلمی اداکاروں کی شرک پرستی سے متاثر ہو کر مسلمانوں کے کچھ طبقات بھی مشرک نوازی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔ حالیہ کانوڑ یاترا کے دوران ملک کے مختلف حصوں میں مسلمانوں نے کانوڑ کیمپوں کا اہتمام کیا اور بُت پرستی کے لیے نکلے کانوڑیوں کا مثالی استقبال بھی کیا۔ اگر اس تماشے میں بے دین سیاست دان ہی ہوتے تو اتنا افسوس نہ ہوتا مگر یہ امر انتہائی تکلیف دہ ہے کہ مشرک نوازی کے اس کھیل میں جمیعت علماے ہند جیسی مذہبی جماعت پیش پیش ہے۔ جمیعۃ سے وابستہ علما اور داڑھی ٹوپی والے مسلمان نہایت خوش اخلاقی کے ساتھ کانوڑیوں کو کھانا/ پانی پیش کرتے نظر آ رہے ہیں۔ مشرک نوازی کا یہ عالم ہے کہ کچھ لوگ نہایت اپنائیت کے ساتھ اپنے ہاتھوں سے کانوڑیوں کے پاؤں تک دھو رہے ہیں۔ کئی جگہوں سے خود کو مسلمان کہلانے والوں کے بھی کانوڑ یاترا پر نکلنے کی خبر ہے۔ ایک مسلم لڑکی نے اس موقع پر ہَر ہَر شَنبھو نامی بھجن گا کر شرک پرستی کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے۔ موج پور دلّی میں ایک بڑی مسجد کے ٹھیک سامنے کانوڑیوں پر گُل پاشی کی گئی۔ مشرک نوازی کی یہ تقریب مقامی کونسلر کی قیادت اور درجنوں نمازیوں کی شرکت میں منعقد ہوئی۔

آہ! کیسا وقت آ گیا ہے کہ مسجد میں توحید کا مظاہرہ کرنے والا نمازی، شرک کرنے نکلے کانوڑیے کے پاؤں دھو رہا ہے۔ کیا اس

سے زیادہ ذلت اور عبرت کا بھی کوئی منظر ہوسکتا ہے؟

جس مسجد کے سامنے یہ ایمان سوز کرتوت انجام دی گئی یہ وہی علاقہ ہے جہاں دو سال قبل ہوئے مسلم کُش فساد میں ۴۰؍سے زائد مسلمانوں کا قتل عام ہوا تھا۔کروڑوں کی جائدادیں نذر آتش کردی گئی تھیں۔اسی فساد کے نام پر سیکڑوں مسلم نوجوان ابھی تک جیلوں میں قید و بند کی صعوبتیں جھیل رہے ہیں مگر مقامی کونسلر کی قیادت میں اُن بے غیرت لوگوں نے اپنی بے ضمیری کا ثبوت دیتے ہوئے جس بے دینی کا مظاہرہ کیا ہے اسے تاریخ کبھی معاف نہیں کرے گی۔ خوب یاد رکھیں! رواداری اپنے عقیدے سے دست بردار ہونے کا نام نہیں ہے۔اگر کوئی غیر مسلم شخص ضرورت مند یا پریشاں حال ہے تو اس کی پریشانی کو حل کیا جائے، انسانی بنیادوں پر اس کی ضرورت پوری کی جائے، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ رواداری کے نام پر عقیدہ توحید کو پامال کریں۔جن کانوڑیوں کی دیکھ بھال اور میزبانی پر حکومتیں دل و جان سے لگی ہوئی ہیں اُنہیں آپ کی میزبانی کی ضرورت ہے نہ خواہش۔لیکن مسلمان ہیں کہ زبردستی ان کی خدمت کے لیے مرے جارہے ہیں۔اس یک-طرفہ بھائی چارگی کو کیا کہا جائے؟

ممکن ہے مشرک نوازی کرنے والے افراد اپنے عمل کو باہمی رواداری اور اخلاق و مروت کا نام دیں مگر اہل ہنود کی نگاہ میں یہ صرف چاپلوسی اور ان کے شدت پسند لیڈروں کا خوف ہے جو ٹوپی والوں سے چوٹی والوں کی خدمت کرا رہا ہے اس لیے براہ کرم اپنے عمل سے اسلام اور مسلمانوں کی رسوائی کا سبب نہ بنیں۔عزت غلامی اور چاپلوسی میں نہیں غیرت و خودداری سے ملتی ہے۔

شرک کے بڑھتے سائے:

اس بار کی کانوڑ یاترا میں کلمہ گو افراد کی بڑھتی ہوئی تعداد اور مسلمانوں میں غیر محسوس طریقے سے بڑھتے ہوئے شرکیہ رجحانات حد درجہ باعث تشویش ہیں۔اگر ہم نے وقت رہتے بدلتے ہوئے رویوں کا نوٹس نہیں لیا اور عقیدہ توحید کی حفاظت کا فریضہ انجام نہیں دیا تو وہ دن دور نہیں ہے کہ جب توحید کے پرستار ملکی تہذیب کے نام پر کفر و شرک کو اپنی جدّی روایات کا حصہ قرار دے کر اس پر فخر کا اظہار کریں گے اور مسجدوں کے منبر سے ہندو میتھالوجی کے فضائل و کمالات بیان کئے جائیں گے۔

ہوسکتا ہے کہ عام ذہن ان خدشات سے اتفاق نہ کرے لیکن ملک کے بدلتے ہوئے حالات اور قوم کے نمائندہ چہروں کی حکومت کے تئیں بدلتی ہوئی ذہنیت اور پالیسی کو دیکھ کر ڈر لگنے لگا ہے کہ جن خدشات کا ہمیں اندیشہ ہے کہیں وہ اس سے زیادہ بھیانک صورت میں سامنے نہ آئیں جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

کیا ایسا ممکن ہے؟: بہت ممکن ہے کہ ایک عام مسلمان کے دماغ میں یہ سوال اٹھے کہ کیا ایسا ممکن ہے کہ مسجدوں کے منبر سے ہندو افکار و نظریات کے خطبے پڑھیں جائیں اور مرکز توحید میں شرکیہ منتر پڑھے جائیں؟ جواب ہے، جی ہاں! یہ صرف ممکن ہی نہیں ہے کچھ "روشن خیالوں" کی مشرک نوازی کی بدولت ایک صدی پہلے یہ حادثہ واقع بھی ہو چکا ہے۔اب ایک بار پھر سے وہی حالات بنانے کی سازشیں چل رہی ہیں کہ مرکز توحید سے شرک کا خطبہ دیا جائے، سننے والے مسلمان ہوں اور اُنہیں گیتا/ رامائن کے شِلوک سنا کر

ہندو تہذیب و ثقافت قبول کرنے کی دعوت دی جائے۔

مسجد اور پنڈت کا پر وچن: آج سے تقریباً 103 سال پہلے برطانوی بھارت میں 30 مارچ 1919 کا دن مسلمانان ہند کی روشن تاریخ پر بدنما داغ بن کر آیا، جب گاندھی جی کے محبّ صادق مسٹر ابوالکلام آزاد جیسے مخلص وفاداروں کی جی توڑ محنت اور عوامی ذہن سازی کی بدولت آریہ سماجی رہنما پنڈت شردھانند نے جامع مسجد دہلی کے منبر سے مسلمانوں کو خطاب کیا۔ عجیب نظارہ تھا مسلمانان ہند کی آن بان شان کہلانے والی جامع مسجد میں ایک ہندو پنڈت نہ صرف داخل ہوا بلکہ اسے بصد احترام منبر سجا کر بٹھایا گیا۔ شردھانند نے اپنے خطاب کی شروعات اس ہندوانہ منتر سے کی:

ओम विश्वानी देव सवितर्दुरितानि परासुव। यद् भंद्र तन्न आ सुव।

افسوس صد افسوس! جس مسجد سے بڑے بڑے صلحا اور فاضلین وقت نے توحید و رسالت کا درس دیا اسی مسجد میں "اُوم وِشوَانی دیوا" کے شرکیہ منتر پڑھے گئے مگر کسی کو خانہ خدا کی بے حرمتی کا احساس نہیں ہوا۔ حالانکہ ایک عام مسلمان بھی احترامِ مسجد کے تئیں بہت حساس ہوتا ہے لیکن اُس دن کسی کو بھی احترام مسجد کا خیال نہیں آیا، جانتے ہیں کیوں؟؟ کیوں کہ پرستارِ گاندھی، مسٹر آزاد عوام کو اچھی طرح سمجھا چکے تھے کہ ہندو مسلم ایکتا کے لیے ایسا کرنا بے حد ضروری ہے اور شریعت میں اس کی ممانعت نہیں ہے۔ اپنے فاسد نظریے کو ثابت کرنے کے لیے آزاد صاحب نے "جامع الشواهد فی دخول غير المسلم فی المساجد" نامی رسالہ بھی تحریر کیا۔ جس میں انہوں نے بزعم فاسد شردھانند کو مسجد لے جانے اور خطاب کرانے کو جائز ثابت کرنے کی ناکام کوشش بھی کی۔ حالانکہ یہ صرف آزاد صاحب اور کانگریسی مسلمانوں کی خود فریبی تھی ورنہ حقیقت حال وہ بھی اچھی طرح جانتے تھے۔

دوستی کا صلہ: ایسا نہیں ہے کہ شردھانند کو محض کانگریسی لیڈر کے طور پر جامع مسجد میں مدعو کیا گیا تھا، پنڈت شردھانند سے آزاد صاحب کے دوستانہ مراسم بھی تھے۔ اس کا اظہار خود آزاد نے اس وقت کیا جب مقتدر علما و مشائخ نے شردھانند کے دخول مسجد پر سخت اعتراض جتایا۔ تب آزاد صاحب نے شردھانند کا دفاع کرتے ہوئے لکھا تھا:

"اگر اس چبوترے (خطاب کے لیے بنائے گئے منبر) پر ایک غیر مسلم دوست نے مسلمانوں کی اجازت سے کھڑے ہو کر تقریر کی تو اس میں شرعاً کیا قباحت ہے؟" (پیش لفظ جامع الشواہد، ص:10)

کتنی عجیب بات ہے کہ جس "دوست" کو آزاد صاحب نے مسجد میں اعزاز دلایا اسی نے آزاد صاحب کی قوم کو مرتد بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ خطابِ جامع مسجد کے تین سال بعد ہی 1923 میں شردھانند نے مسلمانوں کو مرتد بنانے کے لیے "شدھی تحریک" کا آغاز کیا اور لاکھوں مسلمانوں کا ایمان چھین کر انہیں مرتد بنایا۔ اگر بروقت اس وقت کی اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام، مفتی اعظم ہند اور دیگر اکابر علماء و مشائخ اہل سنت کی قائم کردہ ''جماعت رضائے مصطفٰی'' جیسی تنظیم نے فتنہ ارتداد کی روک تھام نہ کی ہوتی تو پتا نہیں شردھانند کا فتنہ کس قدر نقصان پہنچاتا۔

ان معاملات کا تجزیہ کرنے کے بعد یہی لگتا ہے کہ یا تو آزاد صاحب مردم شناسی میں بے حد کمزور تھے یا گاندھی کے سحر نے ان کی فہم وفراست سلب کرلی تھی۔ یہ بات اس لیے کہنا پڑتی ہے کہ اپنے حلقوں میں امام وقائد کہلانے والے آزاد جیسے دانش وران، گاندھی کے اس فلسفے پر دل وجان سے ایمان لائے ہوئے تھے کہ ہندو مسلم ایکتا کے لیے اس سے اچھا فارمولہ نہیں ہوسکتا کہ مسجد میں پنڈت پرِ وَچَن سنائے اور مندروں میں مولوی تقریر کرے۔ اسی لیے ایک طرف شردھانند سے جامع مسجد میں بھاشن دلایا گیا تو مختلف مندروں میں مولانا حسین احمد مدنی دیوبندی اور مولانا آزاد کی تقریریں کرائی گئیں۔ اب اسے گاندھی جی کی شخصیت کا سحر کہیں یا مذکورہ حضرات کی غیر مشروط وفاداری، بہرحال اس رویے نے اس وقت بھی ملت اسلامیہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا تھا اور آج ایک بار پھر سے وہی تاریخ دہرانے کی سازش پر کام کیا جارہا ہے جسے وقت رہتے نہ سمجھا گیا تو اس بار ملت اسلامیہ کو پہلے سے کئی گنا زیادہ نقصان اٹھانا پڑے گا۔

تاریخ خود کو دُہرا رہی ہے: ایک صدی قبل جن مذہبی چہروں نے شردھانند جیسے باباؤں کو مذہبی محفلوں میں بلانے کی جو بدعت شروع کی تھی وہ وقت کے ساتھ تھوڑی کمزور تو ہوئی لیکن ان کے فکری وارثین نے اسے مرنے نہیں دیا اور اب اپنی اپنی سطح پر اسے فروغ دینے میں لگے ہوئے ہیں۔

☆ واقعہ شردھانند (30 مارچ 1919) کے ٹھیک 90 سال بعد 3 نومبر 2009 کو مولانا حسین احمد مدنی دیوبندی کے پوتے مولانا محمود مدنی دیوبندی نے دیوبند میں جمیعۃ علماے ہند کے اسٹیج پر یوگ گرو بابا رام دیو کو بلاکر آزاد کی دفن شدہ بدعت کو پھر سے زندہ کیا۔

☆ محمود مدنی دیوبندی نے رام دیو کو آگے بڑھایا تو ان کے چچا مولانا ارشد مدنی دیوبندی نے آچاریہ پرمود کرشنم کو مذہبی جلسوں میں مہمان خصوصی بنانا شروع کیا۔

جس طرح شردھانند نے اپنے بھاشن کی شروعات اوم وِشوا سے کی کچھ اُسی انداز میں رام دیو نے بھی سیکڑوں علما وطلبہ کے درمیان آر ایس ایس کی بولی بولتے ہوئے کہا تھا:

"ہمارے مذہبی طور طریقے الگ الگ ہوسکتے ہیں لیکن ہمارے آبا واجداد ایک ہی ہیں۔"

دنیا جانتی ہے کہ آر ایس ایس کے اس جملے کا مطلب صرف یہ جتانا ہوتا ہے کہ آٹھ صدی قبل مسلمانوں کے اجداد بھی دیگر بھارتیوں کی طرح بُت پرست تھے اس لیے ہمارے اجداد اوپر جاکر ایک ہی (یعنی بُت پرست) ہوجاتے ہیں، بس بعد والوں نے دھرم پری ورتن (تبدیل) کرلیا ہے۔ جس کے لیے پہلے شردھانند نے شدھی تحریک چلائی اور اب اس کے وارثین اسی تحریک کو گھر واپسی کے نام سے چلا رہے ہیں۔

جس طرح شردھانند نے عزت افزائی کے بعد ارتدادی مہم چلائی اُسی طرح رام دیو نے بھی عزت افزائی کے بعد اپنا اصلی رنگ دکھایا۔ ہریانہ میں آر ایس ایس کے منعقدہ اجلاس (2016) میں اس نے مسلمانوں کو دھمکاتے ہوئے کہا:

"اس دیش میں قانون کا خیال ہے۔ نہیں تو ہم ایک نہیں لاکھوں گردن کاٹنے کی ہمت رکھتے ہیں۔"

اسی بابا نے سی اے اے/ طلاق ثلاثہ/ تنسیخ دفعہ 370 اور تعدد ازواج پر مسلمانوں کے خلاف خوب زہر اگلا۔

آچاریہ پرمود کرشنم جنہیں کچھ وقت پہلے تک کوئی ڈھنگ سے جانتا بھی نہیں تھا، مولانا ارشد مدنی دیوبندی کی مہربانیوں کی بدولت شہرت ملی تو موصوف بھی کھلنا شروع ہوئے۔ پچھلے دنوں آچاریہ جی نے حکومت سے تاج محل/ قطب مینار اور لال قلعہ کو ہندوؤں کو سونپنے کا مطالبہ کیا۔ آچاریہ جی کے موجودہ تیور دیکھ کر لگتا ہے آنجناب بھی شردھانند کے ہی جانشین نکلیں گے۔

لمحۂ فکریہ: ایک طرف مسٹر آزاد کے وارثین ان کی بدعت سئیہ کو پروان چڑھانے میں مصروف ہیں تو دوسری جانب اہل سنت میں بھی یہ جراثیم سرایت کرنے لگے ہیں۔ پچھلے کچھ وقت میں ایسے کئی معاملے منظر عام پر آئے ہیں جو فکری واعتقادی طور پر مسلمانوں کے لیے سخت نقصان دہ تھے لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ارباب حل وعقد نے یا تو صرف نظر سے کام لیا یا تاویل کے نام پر لیپاپوتی کی ناکام کوشش کی۔

اچھی طرح یاد رکھیں! تاریخ صرف رٹنے کے لیے نہیں ہوتی، رٹ تو طوطے بھی لیتے ہیں۔ سمجھ دار وہ ہوتا ہے جو صرف پڑھتا نہیں بلکہ اس کے انجام پر بھی نگاہ رکھتا ہے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ حادثہ شردھانند سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا گیا۔ اس لیے اب عام مسلمانوں میں بھی کفر وشرک کے تعلق سے بے راہ روی آتی جا رہی ہے اگر وقت رہتے ہم نے سنجیدہ اقدامات نہیں کیے تو شرک کے سائے اتنا بڑھ جائیں گے جس سے بچ پانا عوام تو کیا خواص کے لیے بھی آسان نہیں ہوگا۔

ہوڑ نہیں، حکمت سے کام لیں

کچھ لوگ کچھ کام صرف اس لیے کرتے ہیں کہ آس پاس کے لوگ وہی کام کر رہے ہوتے ہیں۔ کام کی نوعیت، اہمیت اور مقصد سے انہیں مطلب ہوتا ہے نہ سروکار۔ اس لیے کئی بار محنت سے کیا گیا کام ضائع بھی ہوتا ہے چاپلوسی اور خوف زدہ ہونے کا طعنہ الگ سے ملتا ہے۔ اس لیے جو کام بھی کریں حکمت اور سمجھ بوجھ کے ساتھ کریں۔ دوسروں کی نقالی کے چکر میں اپنی دینی حیثیت کو مجروح نہ کریں۔ آپ کا کام آپ کی ذات کی طرح دوسروں سے منفرد اور ممتاز ہونا چاہیے۔ وفاداری ثابت کرنے کے لیے دوسروں کی ہوڑ ہرگز نہ کریں۔ ایسے کاموں سے عزت ملتی ہے نہ اعتبار۔ ملتا ہے تو "اب تو ان کے ابّا جان بھی کریں گے" جیسے طعنے اور پھبتیاں۔

اس لیے خاص اور اہم مواقع پر اپنی مومنانہ بصیرت اور عالمانہ مہارت کا بھرپور استعمال کریں۔ حسن گفتار کے ساتھ حسن کارکردگی اور متانت وسنجیدگی کا مظاہرہ کریں تاکہ اغیار کو ہنسنے یا طعنہ زنی کا موقع ہاتھ نہ آئے۔

ایسے مواقع پر حسن اسلوب کے ساتھ سوالات قائم کرنا بھی بیدار مغز اور زندہ قوموں کی نشانی مانا جاتا ہے۔ تو جو بھی کرنا ہے پورے اعتماد ویقین کے ساتھ کریں۔ انداز واسلوب آپ کا ہو۔ حقائق کا اظہار، دلائل کا انبار اور عمدہ انداز اظہار آپ کو اغیار سے منوائے گا بھی اور عزت ووقار بھی دلائے گا۔ دوسروں کو راضی اور خود کو ثابت کرنے کے لیے ہمارے لوگوں میں جو ہڑبونگ مچی ہوئی ہے اس سے نہ تو عزت ملے گی اور نہ ہی آپ کو وفادار مانا جائے گا۔

غیرت ہے بڑی چیز جہان تگ ودو میں
پہناتی ہے درویش کو تاج سردارا

ہوڑ سے ہڑبونگ تک

کہتے ہیں وقت پر سلیقے سے کیا گیا کام نوٹ بھی کیا جاتا ہے اور عزت بھی بڑھاتا ہے۔لیکن تدبر کے فقدان اور کرنے سے زیادہ دکھنے کی چاہت میں جو ہوڑ شروع ہوتی ہے وہ کب ہڑبونگ میں تبدیل ہوجاتی ہے پتا ہی نہیں چلتا۔

اس بار کے یوم آزادی پر علما/اہل مدارس/تنظیموں اور مسلم عوام کے درمیان ایک ایسی ہی ہڑبونگ مچی ہوئی تھی کہ جیسے بھی ہو، جس طرح بھی ہو بس کسی طور پر حب الوطنی کا اظہار ہوجائے۔محبّ وطن دکھنے کی ہوڑ میں عوام تو کیا اچھے خاصے اہل علم وفہم بھی حواس پر قابو نہ رکھ سکے اور خود کو ثابت کرنے کے جنون میں وہ کام تک کر بیٹھے جن سے ان کی دینی حیثیت بھی مجروح ہوئی اور اغیار کی نگاہ میں اپنا وقار بھی کھویا۔

ہڑبونگ کے نمونے: ملک کے تئیں مسلمانوں کی خدمات اور کارناموں سے تاریخ کے صفحات بھرے ہوئے ہیں۔کوئی انہیں ہزار کوششوں کے باوجود مٹا نہیں سکتا۔خود کو ثابت وہ کریں جن کا ماضی ان کے حال کے خلاف ہے۔اگر اسی پہلو پر متانت وسنجیدگی کے ساتھ فوکس کیا جائے تو اس کے مفید نتائج سامنے آتے اور آئیں گے لیکن یہاں تو یہ حال ہے کہ جسے دیکھو وہ اغیار کے بنائے ہوئے ڈھرّے پر ہی چلنے کی کوشش میں لگا ہے تاکہ اس کی حب الوطنی ثابت ہوجائے۔اس بھاگم بھاگ میں جو حرکات سرزد ہورہی ہیں وہ غیرت وخودداری نہیں بلکہ بے حسی اور بے ضمیری کا اظہار یہ ہیں۔

☆ آزاد مارکیٹ دہلی میں ایک مسجد کے اندر یوم آزادی کی تقریب منعقد کی گئی جس میں باصرار ہندو افراد کو لایا گیا اور مہمان خصوصی بھی ایک پنڈت ہی کو بنایا گیا۔مدرسے کے طلبہ زمین پر بیٹھے تھے اور ہندو بابا اوپر صوفے پر براجمان تھا۔

☆ ایک دینی ادارے میں حب الوطنی کی نظم میں یہ شعر بھی پڑھا گیا:

"وطن جان وایمان سے افضل ہے"۔

(یعنی ترک وطن کی صورت میں ضیاع ایمان کا خطرہ ہے)

☆ مہراج گنج یوپی کے ایک نسواں مدرسے میں ایک لڑکی سے اسٹیج پر ڈانس بھی کرایا گیا۔ادارے کی معلمات وطالبات کے علاوہ کچھ مرد بھی اس ڈانس پارٹی میں موجود تھے۔

(کہنے کو ادارے کا قیام لڑکیوں کو عالمہ فاضلہ بنانے کے لیے ہوا ہے لیکن اہل ادارہ کی حرکات دیکھ کر لگتا ہے مستقبل کی فلمی ایکٹریس تیار کرنے کا ارادہ ہے)

☆ کئی مقامات پر علما کی دین دارانہ موجودگی میں وندے ماترم جیسے شرکیہ نعرے بھی لگائے گئے مگر کسی کو روکنے یا ٹوکنے کی توفیق نہ ہوئی۔

☆ ایک روشن خیال مولانا وندے ماترم کی حمایت میں لکھتے ہیں:

"وندنا کا معنی عبادت نہیں بلکہ احترام اور سلام کرنا ہے۔"

(بلفظ دیگر وندے ماترم پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے)

☆ ہریانہ کے ایک مدرسے میں بابا رام دیو کو مہمان خصوصی بنایا گیا۔

(یہ وہی بابا ہے جو علانیہ مسلمانوں کی گردن کاٹنے کا اعلان کرچکا ہے)

☆ دیگر کئی مدارس میں بھی ہندو دانش وران کو بطور خاص مہمان خصوصی بنا کر پیش کیا گیا۔

(تاکہ بوقت ضرورت حب الوطنی کی سند رہے)

☆ ہمارے ایک دوست نے بتایا کہ ان کے ایک دین دار رشتہ دار نے یوم آزادی پر شربت کا اسٹال لگایا اور پورے دن دیش بھکتی پر مشتمل فلمی گانے بجائے۔

ایک مدرسے میں یہ شعر بھی پڑھا گیا۔

"وطن کی مٹی کو ہم ناپاک نہیں کرتے"

(ممکن ہے شاعر صاحب بول و براز کرنے پڑوسی ملک جاتے ہوں)

اس کے علاوہ اسکول/کالج والوں کی نقالی میں وہ کام بھی انجام دئے گئے جو کسی طور پر علما/طلبہ اور دین دار افراد کے شایان شان نہیں ہیں، لیکن وفاداری ثابت کرنے کے جنون میں شرکیہ نعرے اور دین سیکھنے والی لڑکیوں کو نچانے جیسے ایمان سوز اور بے غیرتی کے کام انجام دئے گئے۔ کیوں کہ جب کوئی چیز اعصاب پر سوار ہو جائے تو دماغ اسے ہر حال میں پورا کرنے میں جٹ جاتا ہے، بھلے ہی غیروں کا اعتبار حاصل کرنے کے چکر میں دینی حمیت اور غیرت کا جنازہ ہی کیوں نہ نکل جائے۔

عزت خودی سے ہے: کیا اب سے چند سال پہلے تک مدارس/علما اور مذہبی تنظیموں کے درمیان اس طرح کی بھاگم بھاگ اور بے جا کسرتیں نظر آتی تھیں؟ جواب ہے بالکل نہیں۔ یعنی موجودہ رویوں کی تبدیلی کسی خاص سبب سے ہوئی ہے۔ ہمارا ماننا ہے کہ نہ پہلا رویہ درست تھا اور نہ ہی موجودہ رویہ اچھا ہے۔ پہلے ضرورت سے زیادہ بے اعتنائی برتی گئی اور اب ضرورت سے زیادہ وفاداری دکھانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ جن لوگوں کو آپ کچھ دکھانے کی کوشش کر رہے ہیں اُنہیں آپ کا ماضی نہیں پتا؟ وہ سب کچھ جانتے ہیں اس لیے آپ کی موجودہ محنتوں کو وہ حب الوطنی نہیں بلکہ گلو خلاصی کی کوشش سمجھ رہے ہیں۔ اس لیے ایسے مواقع پر سنجیدگی اور مومنانہ غیرت کے ساتھ تقریبات کا انعقاد کریں۔ میڈیا ساتھ دے تو بہتر ورنہ سوشل میڈیا کے توسط سے ملک کے تئیں اپنی خدمات اور کارناموں کو تاریخ کی روشنی میں اُجاگر کریں۔ مدارس/علما کی قربانیوں پر سنجیدہ اور مدلل خطابات ہوں۔ انداز معروضی اور اسلوب عام فہم رکھیں۔ کسی بھی طور پر اپنی دینی حمیت اور مومنانہ غیرت کا سودا نہ کریں۔ دنیوی عزت کے لیے دین و ایمان داؤں پر نہ لگائیں کیوں کہ ہماری عزت دنیوی اقتدار سے نہیں مومنانہ کردار سے ہے۔ اگر عزت دنیا کے لیے غیرت ایمانی کا سودا کیا تو سوائے ذلت و رسوائی کے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

تیری زندگی اسی سے، تیری آبرو اسی سے
جو رہی خودی تو شاہی، نہ رہی تو رُو سیاہی

اپیل

ماہنامہ اعلیٰ حضرت کے قارئین اور منظر اسلام کے معاونین سے اپیل ہے کہ وہ اپنے تعاون کی رقم مندرجہ ذیل اکاؤنٹ میں جمع کرائیں۔

A/c. No : 019201501797

IFSC Code : ICIC0000192

Name : Mohammad Subhan Raza Khan

Bank : ICICI Bank 116 Civil Lines Bareilly. U.P. India

مسلک اعلیٰ حضرت سے انحراف۔ایک لمحۂ فکر

از:مولانا صوفی عبدالصمد قادری رضوی،قادری منزل،رفیع گنج ضلع اورنگ آباد(بہار)

آج سے تقریباً ۲۵،۳۰ سال سے ہر طرف جماعت اہلسنت میں اختلاف وانتشار زور پکڑے ہوئے ہے۔دور حاضر میں اہلسنت جس کی تعبیر مسلک اعلیٰ حضرت سے کی گئی ہے اس سچے مسلک سے سادہ لوح خوش عقیدہ مسلمانوں کو برگشتہ کرنے اور اس امتیازی نام کو مٹانے کے لئے فرقہائے باطلہ کے علاوہ سنی کہلانے والے نام نہاد محققین، ایڈیٹرس، آزاد خیال مولوی، مفتی، مجاور اور خاص کر کچھ نوخیز فارغین مدارس وغیرہ صلح کلیت کو فروغ دینے کی خاطر وہابی کا ذبیحہ کھانے اوران سے نکاح کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگائے ہوئے ہیں اور یہاں تک کہہ رہے ہیں کہ''جماعت وہابیہ میں پانچ ہی کافر ہیں باقی جوان کے پیرو ہیں وہ صرف گمراہ ہیں ان کے بارے میں کوئی کرید کرنے کی ضرورت نہیں ہے''اور بار بار یاد دہانی کے باوجود بھی ایسے لوگوں کو غلط باتوں پر نظر ثانی کرنے اور جانب رجوع کوئی توجہ نہیں۔

مسلمانو!بات دراصل یہ ہے کہ نادرست بات سے توبہ و رجوع کی توفیق بھی مقدر والے ہی کو نصیب ہوتی ہے۔ورنہ آنکھوں پر لوہے کے پردے اور کانوں میں سیسہ پگھلا دیا جاتا ہے۔انسان کی سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت سلب کر لی جاتی ہے۔توبہ ورجوع تو روح کا غسل ہے۔جتنی بار کی جائے روح میں نکھار پیدا ہوتا ہے۔امام غزالی احیاء العلوم میں تحریر فرماتے ہیں کہ توبہ کے تین رکن ہیں:

(۱)اپنے کئے پر شرمندہ ہونا۔

(۲)اللہ تبارک وتعالیٰ سے معافی چاہنا۔

(۳)اور عہد کرنا کہ آئندہ ایسا گناہ نہیں کروں گا۔

چند سال قبل بمبئی کے ایک معروف مولوی نے''سنی دعوت اسلامی''کے اجتماع بمبئی میں کہا تھا کہ یہ پانچواں مسلک کہاں سے آ گیا؟ مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ نہ لگایا جائے،قبر میں مسلک کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔

ایسے لوگوں کے جواب میں چند مشاہیر شخصیات کے ارشادات ملاحظہ کریں۔

(۱)''میرا مسلک شریعت وطریقت میں وہی ہے جو اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے،میرے مسلک پر چلنے کے لئے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے۔

(ازمکتوبہ ۲۹/ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ حضرت شاہ اشرفی میاں کچھوچھہ شریف)

(۲)''دین اسلام و مذہب اہلسنت کا سچا خلاصہ''مسلک اعلیٰ حضرت''ہے یہی وہ مجمع البحار ہے،جس پر آج حنفیت،شافعیت، مالکیت وحنبلیت اور قادریت،چشتیت،سہروردیت،اشرفیت، مجددیت اور برکاتیت وغیرہم سب سمندروں کا سنگم ہے''۔

(شیر بیشۂ اہلسنت پیلی بھیت)

(۳) ''الحمدللہ میں مسلک اہل سنت پر زندہ رہا اور مسلک اہلسنت وہی ہے جو اعلیٰ حضرت کی کتابوں میں مرقوم ہے اور الحمد للہ اسی (مسلک اعلیٰ حضرت) پر میری عمر گزری اور الحمدللہ آخری وقت اسی مسلک پر مدینہ طیبہ میں خاتمہ بالخیر ہو رہا ہے اور مسلک اہل سنت وہی ہے جو مسلک اعلیٰ حضرت ہے''۔

(مبلغ اسلام حضرت علامہ عبدالعلیم میرٹھی علیہ الرحمہ)

(۴) ''میں تمام مسلمانوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ بریلی شریف کے تاجدار، اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت مفتی محمد احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا جو مسلک ہے وہی میرا مسلک ہے۔ مسلمانوں کو اسے مضبوطی سے پکڑے رہنا چاہئے''۔

(حضرت مولانا مفتی وصی احمد محدث سورتی)

(۵) جو میرا مرید مسلک اعلیٰ حضرت سے ذرا سا بھی ہٹ جائے تو میں اس کی بیعت سے بیزار ہوں اور میرا کوئی ذمہ نہیں ہے۔ مزید یہ بھی فرمایا یہ میری زندگی میں نصیحت ہے اور میرے وصال کے بعد میری وصیت ہے۔ نیز یہ بھی فرمایا مسلک اعلیٰحضرت درحقیقت کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ یہی مسلک صاحب البرکات ہے، مسلک غوث اعظم ہے، مسلک امام اعظم ہے۔ مسلک صدیق اکبر ہے''۔

(اہلسنت کی آواز ۲۸/جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ حضور احسن العلماء مارہرہ شریف)

(۶) ''اس زمانے میں اہل سنت کو تمام فرقہائے باطلہ سے ممتاز کرنے کے لئے سوائے مسلک اعلیٰ حضرت کے کوئی لفظ موزوں ہوتا ہی نہیں۔ کچھ معاندین اس کے بالمقابل مسلک امام اعظم بولتے ہیں۔ لیکن یہ لفظ امتیاز کے لئے کافی نہیں۔ غیر مقلد کو چھوڑ کر سارے وہابی اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں۔ مثلاً دیوبندی، مودودی، نیچری حتی کہ قادیانی اپنے کو مسلک امام اعظم پر گامزن بتاتے ہیں اور یہی حال اہل سنت کے لفظ کا بھی ہے کہ ان میں کے بہت سے لوگ اپنے آپ کو سنی بتاتے ہیں۔ اس تفصیل کی روشنی میں میں نے بہت غور کیا، سوائے مسلک اعلیٰ حضرت کے کوئی لفظ ایسا نہیں جو صحیح العقیدہ سنی مسلمانوں کو تمام بدمذہبوں سے ممتاز کر دے۔

(ماہنامہ اشرفیہ اپریل ۱۹۹۹ھ از شارح بخاری مفتی شریف الحق صاحب علیہ الرحمہ)

(۷) سارے فرقہائے باطلہ کے مقابلے میں اپنی دینی جماعتی شناخت کے لئے ہمارے پاس بریلوی یا مسلک اعلیٰ حضرت کے لفظ سے زیادہ جامع کوئی دوسرا لفظ نہیں ہے۔

(رئیس القلم علامہ ارشدالقادری صاحب جمشید پور)

(۸) مسلک اعلیٰ حضرت واقعتاً مسلک اہلسنت و جماعت کا دوسرا نام ہے اور اس دور میں مذہب حق و اہل حق کی پہچان ہے۔ اس پہچان کو جو مٹانا چاہتا ہے وہ اسلام کی شناخت کو مٹانا چاہتا ہے، گویا کہ وہ اسلام اور غیر اسلام کو ایک کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے اپنے اشعار میں بھی یہی تعلیم دی ہے، فرماتے ہیں۔

عیش کر لو یہاں منکرو ! چار دن
مر کے ترسو گے اس زندگی کے لئے
صلح کلی نبی کا نہیں سنیو !
سنی مسلم ہے سچا نبی کے لئے
مسلک اعلیٰ حضرت پہ قائم رہو
زندگی دی گئی ہے اسی کے لئے

نبی سے جو ہو بیگانہ اسے دل سے جدا کر دیں
پدر، مادر، برادر، مال وجاں ان پر فدا کر دیں

(حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ، بریلی شریف)

(۹) امام احمد رضا بریلوی کی ذات گرامی تو بڑی چیز، ان کے شہر کی طرف منسوب کرنا اہل ایمان اور عاشق رسول ہونے کی دلیل بن گئی ہے۔

(مدنی میاں کچھوچھہ شریف)

(۱۰) مسلک اعلیٰ حضرت حقیقت میں سواد اعظم کے طریقۂ مرضیہ اور متوارثہ کا نام ہے جو عہد رسالت سے آج تک سواد اعظم کا مسلک ہے۔

(مفتیٔ اعظم راجستھان مفتی اشفاق صاحب جودھپوری)

پیارے ایمانی دینی بھائیو! امام اہلسنت کا صرف ''فتاویٰ حسام الحرمین'' عطا فرمانا، مسلمانان برصغیر پر وہ احسان عظیم ہے جس سے کوئی بھی سنی مسلمان آپ کے بار کرم سے سبکدوش نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا میں نے بہ نیت خیر خواہی اپنے صرف چند اساطین اہلسنت کے ذریں اقوال اور نصیحتیں پیش کر دیں اسے بغور ملاحظہ فرمائیں اور عملی جامہ پہنائیں اور اس دور پرفتن اور پرآشوب میں گمراہ وبد مذہب کے جال میں پھنسنے سے خود بچیں اور اپنے عزیز واقارب اور دوست واحباب کو بچائیں اور تمام فرقہائے باطلہ بالخصوص دور حاضر کے صلح کلیوں سے تنکا توڑ جدا رہ کر دین حق یعنی مسلک اعلیٰ حضرت پر مضبوطی کے ساتھ جم جائیں۔ مولیٰ تبارک وتعالیٰ خوش عقیدہ مسلمانوں کو ماضی قریب میں خلیل احمد بجنوری، ظفر ادیبی مبارکپوری اور انتخاب قدیری کی بد انجامی سے عبرت اور سبق حاصل کرنے کی فکر مرحمت فرمائے اور استقامت علی الحق کی توفیق بخشے۔ آمین

ایمان پا رہا ہے حلاوت کی نعمتیں
اور کفر تیرے نام سے لرزاں ہے آج بھی
کس طرح اتنے علم کے دریا بہا دیئے
علمائے حق کی عقل تو حیراں ہے آج بھی
سب ان سے جلنے والے کے گل ہوگئے چراغ
احمد رضاؔ کی شمع فروزاں ہے آج بھی
پروردگار! مفتیٔ اعظم کی خیر ہو
ان سے ہمارے درد کا درماں ہے آج بھی
مرزاؔ سر نیاز جھکاتا ہے اس لئے
علم وعمل پہ آپ کا احساں ہے آج بھی

☆

مسلک احمد رضا سے منحرف جو بھی ہوا
مارا مارا پھرتا ہے پوچھتا کوئی نہیں

انتخاب قدیری مرادآبادی جب مسلک اعلیٰ حضرت کا مخالف نہیں ہوا تھا اس وقت کے اس کے اشعار قارئین ملاحظہ کریں:

مسلک اعلیٰ حضرت ہی ہے دین حق
اس کی حد سے جو باہر نکل جائے گا
کل بروز قیامت خدا کی قسم
دیکھنا وہ جہنم میں جل جائے گا
مان لے گا انھیں مومن باوفا
اور منافق کا دل ان سے جل جائے گا
انتخاب قدیری بروز جزا
تھام کر دامن شاہ احمد رضا
روبروئے جناب حبیب خدا
ان کا دامن پکڑ کر مچل جائے گا

امام احمد رضا کا عشق رسول

از۔ حافظ افتخار احمد قادری برکاتی، پورنپور پیلی بھیت

اس دنیا میں انسان کسی نہ کسی سے محبت کرتا ہے۔ اور جس سے محبت کرتا ہے اس کی یاد میں بے چین رہتا ہے۔ ہر وقت ہر لمحہ اپنے اس محبوب کی مدح و ستائش میں مصروف رہتا ہے۔ دل میں محبوب کی عظمت اور زبان پر اس کے نام کا وظیفہ رہتا ہے۔ آنکھیں محبوب کے جمال جہاں آراء کا مشاہدہ کرتی ہیں۔ کان صرف محبوب کا ذکر سننا پسند کرتے ہیں۔ نظروں میں دیار محبوب کی ہر ایک شئ مکرم و معظم ہوتی ہے۔ عاشق کا سرمایہ حیات عشق ہے۔ عشق اس کی زندگی کا جزو لاینفک ہے۔ اب عاشق کا دل و دماغ اس کے اختیار میں ہے۔ وہ محبوب کی زلفوں کا اسیر ہو چکا ہے۔ اس کے دل و دماغ میں کوئے محبوب کا تصور ہوتا ہے۔ استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا خان بریلوی ارشاد فرماتے ہیں:

دل کو جاناں سے حسنؔ سمجھا بجھا کر لائے تھے
دل ہمیں سمجھا بجھا کر کوئے جاناں لے چلا

اس خاکدان گیتی پر ایک ایسا عاشق پیدا ہوا تھا، جس کی نگاہ جلوہ محبوب کے علاوہ کسی دوسری چیز کے دیکھنے کی قائل نہ تھی، وہ دیکھتا تھا تو اپنے محبوب کے رخ انور کو دیکھتا تھا، وہ بولتا تھا تو اپنے محبوب کے فرمان کو پیش کرتا تھا، وہ مسکراتا تو ادائے محبوب لے کر مسکراتا، اس کی فکر میں ادائے محبوب شامل تھی، وہ چلتا تو محبوب کی متعین کردہ حدود میں چلتا، بلکہ وہ ان حدود کا آخری وقت تک محافظ تھا، وہ سوتا تو نام محبوب بن جاتا، ایک طرف وہ دنیا کا سب سے بڑا عاشق رسول تھا، تو دوسری طرف اپنے زمانہ میں دنیائے اسلام کا سب سے بڑا عالم تھا، سب سے بڑا محدث تھا، سب سے بڑا مفسر تھا، جو علم معانی، علم بیان، علم بدیع، کا سب سے بڑا عالم تھا۔ جو علم تکسیر، علم ہئیات، علم حساب اور علم ہندسہ کا امام ہو، جو قرآت و تجوید کا بحر ذخار ہو، تصوف وسلوک میں یگانہ روزگار ہو، جس کے دیوان نعت میں حضرت حسان کی شاعری کی جھلک ہو، علم ریاضی میں جس کی مثال نہ ملتی ہو، علم فقہ میں جو امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مظہر اتم ہو، علم عقائد و کلام میں جس کی نظیر نہ ہو، جس کے منطقیانہ، اور فلسفیانہ، اقوال و براہین کو دیکھ کر بوعلی سینا، فارابی حیرت و استعجاب میں پڑ جائیں، جس کے علم نحو وصرف کو دیکھ کر بصریئن اور کوفیئن حیران ہوں، جو علم ریاضی کا سب سے بڑا عالم ہو، ارثماطیقی حساب، توقیت، زیجات اور زائچہ جیسے دیگر بہت سے علوم آقا کی بارگاہ سے تحفتہ ملے ہوں، جو عاشق اور عاشق گر تھا، جو اپنے وقت کا سب سے بڑا پرہیز گار تھا، جو قطب الارشاد تھا، جو مجدد اعظم تھا، جس کی زیارت سے اس کے آقا کی زیارت ہوتی، جو اس کے پاس بیٹھا اس کے محبوب کے پاس بیٹھا، جس نے اس کو دیکھا اس نے اس کے محبوب کو دیکھا، جسے پوری دنیائے عرب وعجم اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد اعظم امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے جانتی اور

پہچانتی ہے۔

حیرت سر پیٹ رہی ہے دنیا ششدر ہے کہ یہ کون ہے؟ جس کی ذات میں اتنے اوصاف جمع ہوگئے ہیں- جو ایک طرف سب سے بڑا عاشق مصطفیٰ ہے، تو دوسری جانب علم کا موجیں مارتا ہوا سمندر- ایک طرف حدائقِ بخشش ہے تو دوسری طرف ''فتاویٰ رضویہ'' کی بارہ جلدیں، جو تفقہ فی الدین میں امام اعظم ابوحنیفہ کا جانشین ہوا، اور نعت گوئی میں حضرت حسان کا متبع۔

امام احمد رضا اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یادوں میں محو رہتے تھے۔ اپنے مولیٰ کی یادوں میں مستغرق رہتے تھے- ''من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی'' کی کیفیت طاری رہتی ہے- جس کی یہ حالت ہو اس کو دیکھ کر ہر پہلو پر طبع آزمائی کرنے کا موقع نہیں ملتا، ہاں وہ امام احمد رضا ہے جو تمام علوم وفنون کا جامع ہونے کے باوجود اپنے وقت کا سب سے بڑا عاشق مصطفیٰ ہے جو اپنے محبوب کے دشمن کو دشمن اور اپنے محبوب کے دوست کو دوست سمجھتا ہے- جس نے ہر موڑ پر ناموسِ مصطفیٰ کی حفاظت کی جس کی زندگی کا کوئی لمحہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خالی نہیں ہے جس کے دل پر گویا ایک طرف لا الٰہ الا اللہ اور دوسری طرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہے- جس کا دل عشق کی گرمی کی وجہ سے جل کر کباب ہوگیا ہے- امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں:

جلی جلی بو سے اس کی پیدا، ہے سوزشِ عشق چشمِ بالا
کباب آہو میں بھی نہ پایا، مزا جو دل کے کباب میں ہے

امام احمد رضا کا دل عشقِ رسول میں جل کر کباب ہوگیا۔ ہے ''من تو شدم تو من شدی'' کی مکمل کیفیت طاری؟

امام احمد رضا کو ہر ایک چیز میں عشقِ رسول کی جھلک نظر آرہی ہے- پھول ہو یا گلاب، بیلا چمیلی ہو یا نسترن، رات ہو یا دن، صبح ہو یا شام، بادِ بہاری ہو یا نسیم سحری، بادِ صبا ہو یا دیگر ہوا، فقہ ہو یا اصول حدیث، علم معانی ہو یا بیان، نحو ہو یا صرف، منطق ہو یا فلسفہ، علم ریاضی ہو یا ہندسہ، درس گاہ ہو یا آرام گاہ، سفر ہو یا حضر، زمین ہند ہو یا عرب، مکہ ہو یا مدینہ، ہر جگہ ہر چیز میں محبوب کا جلوہ نظر آتا ہے آپ خود فرماتے ہیں کہ-

انہیں کی بو مایہ سمن ہے انہیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انہیں سے گلشن مہک رہے ہیں انہیں کی رنگت گلاب میں ہے

امام احمد ایک طرف عشق میں فنا فی الرسول کے مقام پر فائز ہیں تو دوسری طرف وقت کے مظہر امام اعظم ہیں۔

امام احمد رضا نے فقہ وفتاویٰ میں جو بیشمار علوم وفنون کے دریا بہائے ہیں انہیں دیکھ کر عقل حیرت میں پڑ جاتی ہے۔ حیرت خود حیرت میں ہے، کیوں؟ اس لئے کہ امام احمد رضا تعجب بالائے تعجب کا نام ہے، امام احمد رضا حیرت کا نام ہے، امام احمد رضا یونیورسٹی کا نام ہے، امام احمد رضا لائبریری کا نام ہے، امام احمد رضا تاریخ کا نام ہے، امام احمد رضا کمالات کا نام ہے، امام احمد رضا فکر کا نام ہے، امام احمد رضا علم کا نام ہے، امام احمد رضا فن کا نام ہے، امام احمد رضا محافظ ناموس رسالت کا نام ہے، امام احمد رضا فقہ کے بے مثال فقیہ کا نام ہے، امام احمد رضا تحریک کا نام ہے، بلکہ امام احمد رضا سراپا عشق کا نام ہے۔

آپ کی تحریر ہو یا تقریر ہر ایک سے عشق نبی کا درس ملتا

ہے۔عشق رسول امام احمد رضا کی زندگی کا نمایاں ترین وصف ہے۔ آپ اطاعت کے بغیر عشق کے قائل نہ تھے۔امام احمد رضا تقویٰ و طہارت اور عامل سنت نبوی کا بہترین نمونہ تھے۔

امام احمد رضا نے اپنی پوری زندگی عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں گزاری جس محفل میں بھی ہوتے ذکر نبی کرتے۔آپ کی فکرو نظر میں بھی ذکر نبی کے حسین نغمات ہوتے۔ ہند ہو یا دیار حرم۔ بریلی ہو یا مدینہ منورہ کی پر کیف وادی۔ ہر جگہ ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کرتے۔ درسگاہ میں طالبان علوم نبوت کو عشقِ نبی کا جام پلاتے، خانقاہ میں مریدوں کو عشق بنی کی شراب پلا کر مست کر دیتے۔ وعظ و نصیحت کی محفل میں عوام الناس کے سینوں کو عشق و مستی کا گنجینہ بنا دیتے۔امام احمد رضا نے اپنے خلفاء کو عشقِ نبی کی شراب پلا کر ایسا مست کر دیا کہ وہ دنیا کے ہر خطے میں عشق رسول کا بھی درس دیتے اور ایمان وعمل کی بھی حفاظت فرماتے۔امام احمد رضا کی آرزو تھی کہ دنیا کا ہر شخص عاشق رسول بن جائے۔امام احمد رضا زائرین مدینہ منورہ کو دیکھ کر تڑپ جاتے تھے، ان کی جان،ان کا دل اور ان کا ہوش و خرد زائرین مدینہ کو دیکھ کر دیار آقا کی پرواز کر جاتا چنانچہ فرماتے۔

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینہ پہنچے
تم نہیں چلتے رضؔا سارا تو سامان گیا

حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا کو جملہ علوم وفنون میں جو کچھ بھی بے مثال مہارت تامہ حاصل ہوئی وہ ان کے عشق رسول اور خالص محبت رسول کا ثمرہ ہے۔اعلیٰ حضرت بھی اپنے اوپر کیے جانے والے انعامات وعطایا کی بارش کو اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہی صدقہ مانتے تھے۔وہ ایک سچے عاشق رسول ہیں۔

منقبت در شان اعلیٰ حضرت

نتیجۂ فکر: نواسۂ صدر العلماء مولانا محمد حسن رضا خاں تحسینی، بریلی شریف

امام صف عالماں اعلیٰ حضرت
سراج رہ سالکاں اعلیٰ حضرت

برائے محبان ہیں ابر باراں
عدو پر ہیں برق تپاں اعلیٰ حضرت

فزوں تر ہے پرواز مرغ خرد سے
تیرے فضل کا آسماں اعلیٰ حضرت

پلایا ہمیں جام عشق رسالت
''ہم اہل سنن کی ہیں جاں اعلیٰ حضرت''

رسول و صحابہ کے مسلک کا سچا
ہے مسلک ترا ترجماں اعلیٰ حضرت

بگاڑے گی کیا میرا باد مخالف
ہیں کشتی کے جب بادباں اعلیٰ حضرت

حسؔن کیوں نہ ہوں اپنی قسمت پہ نازاں
ہیں میرے بڑے نانا جاں اعلیٰ حضرت

یاد شوکت حسن

داماد مفسر اعظم ہند، شوکت اہل سنت، حضرت الحاج پیر محمد شوکت حسن رضا خان قادری برکاتی نوری رضوی علیہ الرحمہ کو خراج عقیدت

از۔ جانشین خلیل العلماء مفتی احمد میاں حافظ برکاتی

آج ایک ایسے بزرگ کا تذکرہ مقصود ہے جو بہت سی خصوصیات اور نسبتوں کے حامل ہیں۔ جو اپنی کثیر صفات کے ساتھ گوں ناگوں خوبیوں میں کامل ہیں۔ میری مراد شوکت اہل سنت، داماد مفسر اعظم ہند، حضرت قبلہ پیر شوکت حسن رضا خان کی ذات ہے کہ جن کا ہر قول وعمل قابل التفات ہے۔ ان کی ذات میں کہیں رضویوں کی درفشانیاں ہیں، کہیں نوریوں کی درخشانیاں ہیں، ان کا طریقۂ تعلیم کبھی ذکر سرکار بغداد کرنا ہے، کبھی یا علی کہہ کے دلشاد کرنا ہے۔ یہ وہ ہیں کہ کبھی مئے جام وحدت پئیں اور پلائیں۔ محبت کے نغمیں سنیں اور سنائیں۔ ان سے مل کر روح و بدن کی کلفتیں مٹتی ہیں اور رنج ومحن کی ظلمتیں چھٹتی ہیں۔ یہ وہ ہیں جو نور وہدیٰ کا طریقہ بتاتے ہیں اور حلم وحیا کا جلوہ دکھاتے ہیں۔ مگر اب معاملہ یوں ہے کہ ان کے چاہنے والے اور ارادت رکھنے والے یہی کہتے ہیں۔ ع

دل کا کنول بہار نہ لایا ترے بغیر
آیا جو تیری یاد کا جھونکا ترے بغیر
تاروں کی چھاؤں میں بھی نہیں ہے سکوں نصیب
کتنی اداس ہے مری دنیا ترے بغیر

یہ بزرگ اس گھرانۂ رضا کے ہیں جن کو خلیل ملت یوں یاد کرتے ہیں۔ ع

جلوۂ قدرت خدا ہے رضا
ظل آیات کبریا ہے رضا
شاہِ بغداد کی توجہ سے
قادریوں کا رہنما ہے رضا
کوئی مشکل نہیں مجھے مشکل
میرا مشکل کشا رضا ہے رضا

یہ حضرت ان نوری میاں علیہ الرحمہ کے زیر سائے ہیں جن کو امام احمد رضا یوں فرما گئے۔ ع

اے رضا یہ احمد نوری کا فیض نور ہے
ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

خلیل ملت یوں کہہ گئے۔ ع

تعالی اللہ یہ ہے اوج مقام احمد نوری
کہ قدسی ڈھونڈتے پھرتے ہیں بام احمد نوری

اس شخصیت کی ہر ہر ادا باطل شکن اور ان کی شخصیت سے تازہ ہے دل کا چمن۔ آپ اپنے اخلاق سے چاہنے والوں کو ایسی راہ پر لے کر چلے جن سے دین کے دشمنوں کے دل جلے۔ آپ کی ذات رضا کی نسبت سے مشہور ہے اور دل نبی کے عشق سے معمور ہے۔ آپ مرکز مودت اور منبع ذکاوت بھی ہیں وہ اپنے زمانہ میں خوب چمکے جگمگائے

اور پھول بن کر مسکرائے۔ وہ دنیا میں عظمت تبلیغ کا ایک منار ہیں بلکہ مزاج اعلیٰ حضرت کا ایک معیار ہیں۔ وہ حامل خلق حسیں ہونے کے ساتھ صاحب روشن جبیں بھی ہیں۔ ایک طرف وہ دردمندوں کے امین ہیں تو دوسری جانب چشمۂ عشق ویقیں بھی ہیں۔ ان کی باتوں میں چمک، ان کے لہجے میں دمک کہتی ہے کہ وہ ایک دُرِ ثمین ہیں۔ وہ صاحب فرحت قلب حزیں ہیں۔ حق نما وحق مبیں ہیں۔ آیئے ایسی نسبت وعظمت کو سلام کریں۔ ایسے مثالی رہنما کی سیادت کو سلام کریں۔ ان کی وجاہت کو سلام۔ ان کی دیانت وصداقت کو سلام۔ آج بھی ان کا فیضان مریدوں پر اعلیٰ ہے اور بالیقین ان کا ایماں ہمالہ ہے۔ آپ کا تقویٰ دوبالا اور ہر وصف اولیٰ ہے۔ ان کا نعرہ بھی مشائخ برکات کی طرح ہے۔

ہم تو رضا کے ساتھ ہیں تم کس کے ساتھ ہو

یہ وہ لوگ ہیں جو عشق نبی والے اور غوث وعلی والے ہیں۔ ان کی گفتار بھی برکاتی، کردار بھی برکاتی، یہ حب رضا والے ہیں افکار ہیں برکاتی، اذکار ہیں برکاتی، یہ جو لکھا ان ہی کی کرامت ہے، ان ہی کی امانت ہیں۔ لکھنے کا انداز مجھے نہیں آتا۔ جو آتا ہے اوپر سے برسایا جاتا ہے۔ میں نے ان کے ساتھ کثیر لمحے گزارے ہیں اور کثیر باتوں میں وہ میرے سہارے ہیں۔ ان کو زمانۂ طالب علمی میں دیکھا، دل اور آنکھ سے خوب پرکھا۔ ہر پہلو خوشنماں اور طرز خوش ادا۔ اللہ کریم سے دعا کہ مجھ فقیر کو ان کی ادائیں عطا فرمائے اور یہ عرض قبول فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔ اب ان کی منقبت ملاحظہ فرمائیں۔

منقبت

شوکت حسن کی یاد سلامت ہے آج بھی
ان کی نوازشوں میں حلاوت ہے آج بھی

وہ سب کو نعت سننے کا اک ذوق دے گئے
تشنہ ہر ایک سمع و سماعت ہے آج بھی

فرما گئے جو کلمے بزرگوں کی یاد میں
ان میں بسی مہک، طراوت ہے آج بھی

ان کی ہر ایک بات میں خوشبو رضا کی ہے
لہجے میں اک نکھار و حرارت ہے آج بھی

ان کا کلام مفتیِ اعظم کی پیروی
ہر حرف گل ہے جس میں نضارت ہے آج بھی

کیسے حسین و دلربا اخلاق ہیں بلند
ہر ہر ادا میں ان کی ذکاوت ہے آج بھی

جب بولتے ہیں وہ تو برستے ہیں پھول ہی
انداز میں خوشی ہے ملاحت ہے آج بھی

لہجے میں اک مٹھاس ہے الفاظ ہیں جے
ٹھہرا ہوا کلام سلاست ہے آج بھی

حافظؔ تھا ان کو پیارا نعتوں کی طرز سے
ان کی دعا سے ذوق ومہارت ہے آج بھی

امام احمد رضا اور علوم عقلیہ

ماخوز از خطاب قاضی شہید عالم رضوی۔ ترتیب: ابوالحسن محمد یاسر رضا باندوی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کو اللہ عز وجل نے علوم دینیہ میں ایسا کوہ گراں بنایا کہ اس بلندی کو دیکھنے میں بڑے بڑوں کی کلاہ افتخار سر سے نیچے اتر جائے۔ اسی طرح ہیئت و ہندسہ، علم مثلث سطحی، علم مثلث کروی میں بحر ذخار بنایا۔ جب کسی بھی فن میں قلم اٹھاتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کسی بھی علم کی تحقیق و تدقیق و تنقیح و توضیح میں اپنی عمر کا پورا حصہ نکال دیا ہو۔ یہ علوم وفنون، ہیئت و ہندسہ اور زیجات و تکریمات وغیرہ کا شمار اگر چہ علوم دینیہ میں نہیں ہوتا اسکے باوجود امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے ان علوم سے بہت سے دینی اُمور مثلاً نظام الاوقات اور سمت قبلہ کا استخراج وغیرہ میں کام لیکر یہ ثابت کر دیا کہ یہ علوم وفنون بھی خادم فقہ ہیں اور تحقیق و تدقیق پر ایسا کامل اعتماد کہ اس کے خلاف کے احتمال کی اصلاً کوئی گنجائش نظر نہیں آتی۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ

☆ میرٹھ سے حاجی شیخ علاء الدین صاحب نے گیارہ شوال المکرّم تیرہ سوتیس ہجری میں امام احمد رضا قدس سرہ کی بارگاہ میں درج ذیل مضمون کا مکتوب بھیجا وہ تحریر فرماتے ہیں:

”بعد تقدیم ہدیہ سلام و مراسم نیاز مندی عرض ہے کہ مولوی عبد اللہ صاحب جنہوں نے قاعدۂ استخراج تقویم کواکب از مطالع استوائیہ مرقومہ المینک کمترین کو بتایا تھا۔ اُن سے جب کمترین نے ان کے قاعدہ کی غلطی کا اظہار کیا اور جناب والد کی تحریر دکھائی۔ اس سے ان کا اطمینان نہ ہوا اور جناب والد کی تحریر کا مفہوم ان کی سمجھ میں نہیں آیا۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ یہ قاعدہ بالکل ٹھیک ہے اور میں اپنی ولایتی ستارہ بیں مشاہدۂ کواکب کو دکھا کر آپ کا اطمینان کرا سکتا ہوں۔ چنانچہ کمترین نے اُن سے وعدہ لیا ہے کہ بعد رمضان المبارک چند روز کے واسطے مع ستارہ بیں کے یہاں تشریف لاکر میرا اطمینان کر دیں۔ لہٰذا امید کہ اس وقت تک رسالہ ”مسفر المطالع“ کے طبع کرانے میں توقف کیا جائے۔ زیادہ حد ادب“۔

الغرض کہ انہوں نے یہ سوچا کہ یہ ایک ایسا آلہ ہے جس سے تقویم معلوم کی جاتی ہے اور اعلیٰ حضرت نے تقویم کے استخراج کے لیے ایک معرکۃ الآراء تصنیف فرمائی جس کا نام ”مسفر المطالع للتقویم والطالع“ ہے تو کہیں ایسا نہ ہو وہ آلہ کچھ بتائے اور اعلیٰ حضرت نے جن قواعد کو تصنیف فرمایا ہے اسکے خلاف نکلے تو یہ مناسب نہ ہوگا۔ اس لئے اعلیٰ حضرت سے انہوں نے گذارش کی کہ اُس وقت تک اس رسالہ کی اشاعت کو موقوف کر دیا جائے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اس کے بیان کردہ قاعدۂ تقویم کو جانچنے کے لیے چند قواعد تحریر فرمائے۔ جب اعلیٰ حضرت نے اُن کے مکتوب کا جواب ارسال فرمایا تو اس مکتوب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اسکے بیان کردہ قاعدۂ تقویم میں چند قواعد کا افادہ فرمایا پھر اسکے بعد فرماتے ہیں:

”جناب نے طبع رسالہ ابھی ملتوی کرنے کو فرمایا ہے۔ وہ خود ملتوی ہے۔ ردوہابیہ خذلہم اللہ تعالیٰ کے دس رسالہ زیرِ طبع ہیں:

(۱) سلی الثبوت (۲) ایجاب النکیر (۳) سبحان السبوح (۴) مزق تلبیس (۵) الہیۃ الجباریہ (۶) دامان باغِ، سبحان السبوح (۷) پیکان جاں گداز (۸) القمع المبین (۹) تعالیٰ السبوح (۱۰) تازہ عطیہ۔

پھر ان کے بعد ان شاء اللہ الکریم الدولۃ المکیہ ، الفیوض الملکیۃ ، حاسم المفتری ، القسم الخاصم ، الکاری فی العادی والغادی ، الجسم الثانوی ، اشد الباس ، ادخال السنان ، اقام الموانۃ ، نور الفرقان کی باری ہے حسبنا اللہ و نعم الوکیل۔ وہابیہ کی خدمت گزاری سے فرصت ہوتو اور طرف توجہ ہو لیکن اگر یہ فرمانا اس بنا پر ہے کہ شاید ستارہ بیں قواعد رسالہ کی غلطی ثابت کرے تو کس سے اطمینان فرمائیں؟ سوا اس قاعدے کے جو میں نے جناب سے گزارش کیا اور معمول ہیأت جدیدہ ہے کہ تقرب قریب ہوتا ہے مگر تحقیق سے دقیقہ تک تفاوت لاتا ہے''۔

ذرا انداز ملاحظہ فرمائیں! مسفر المطالع میں جو تقویمات استخراج کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت نے جن قواعد کا افادہ فرمایا ان قواعد پر کتنا کامل وثوق ہے فرماتے ہیں:

''قواعد کہ فقیر نے استنباط کئے مبرہن ببراہین ہندسیہ ہیں۔ اگر ان کے خلاف بتائے تو یقیناً آلہ غلط ہے۔ نہ کہ براہین۔ بعض آلات خود ناقص ہوتے ہیں۔ بعض کو بنانے والا غلط بناتا ہے۔ بعض وقت صحیح آلہ غلط لگایا جاتا ہے۔ بعض وقت مدلول آلہ کو لگانے والا غلط ادراک کرتا ہے۔ آلہ اپنے منتہائے کار کے بعد بھی حساب کا محتاج ہے اور حساب اکثر محتاج آلہ نہیں۔ آلہ کیسا ہی دقیق ہو تدقیق حساب تک نہیں پہنچ سکتا۔''

یہ جواب بتا رہا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے ''مسفر المطالع'' میں جن قواعد کا استخراج کیا ہے کہ اس کے خلاف کی عقلاً گنجائش ہی نہیں اور یہ پورا واقعہ ''فتاوی رضویہ قدیم بارہ جلدوں والی'' کی جلد ۱۲ صفحہ نمبر ۱۷۲ تا ۱۷۳ میں مندرج ہے۔

☆ قدیم فلاسفہ اور ہیئت دانوں کا نظریہ یہ ہے کہ زمین ساکن ہے اور سیارے حرکت مستدیرہ کرتے ہیں یعنی اپنے محور پر گھومتے ہیں اور ان کے گھومنے سے سورج چاند ستارے گردش کرتے ہیں۔ اس طرح یہ تمام زمین کے چکر لگاتے رہتے ہیں۔ اہل سائنس اور ہیئت جدیدہ کا نظریہ اس سے الگ ہے۔ یہ لوگ سورج کو ساکن اور زمین اور چاند اور دگر سیارات کو سورج کے گرد گردش کناں تسلیم کرتے ہیں اور زمین کی حرکت کے تعلق سے یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ زمین دو حرکتیں کرتی ہے۔ ایک محوری جو ایک دن اور ایک رات میں اپنے محور پر پورا ایک چکر کرتی ہے جس سے دن و رات کا تبادلہ ہوتا ہے۔ دوسری حرکت مداری کہ ایک سال میں اپنے بیضوی مدار پر چکر پورا کرتی ہے۔ چونکہ یہ دونوں نظریات آیات قرآن اور احادیث رسول اللہ کے بالکل خلاف ہیں۔ اسلئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے نظریہ حرکت زمین اور نظریہ حرکت آسمان کا رد بلیغ فرمایا۔ ان دونوں نظریات کے رد کے لئے نہایت معرکۃ الآراء دو کتابیں ''فوز مبین در رد حرکت زمین''، ''نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان'' کے نام سے تصنیف فرمائیں۔ ایک سو پانچ دلائل سے زمین کی حرکت کا ردّ کیا اور نزول آیات فرقان میں قرآن و احادیث رسول اللہ و تفاسیر سے حرکت آسمان کا بطلان ثابت کیا۔ ان کے علاوہ بہت سے فتاوی میں روشن دلائل کے ساتھ حرکت کا رد فرمایا ہے۔

☆ نماز کے شرائط میں سے ایک شرط استقبال قبلہ ہے۔ انسان افریقہ و امریکہ خواہ کہیں بھی نماز ادا کرے مگر نماز ادا کرتے وقت قبلہ کی طرف رخ کرنا شرط صحت نماز ہے۔ اتنی بات بہت مشہور ہے جو لوگ مکہ مکرّمہ سے شرق کی جانب ہیں ان کا قبلہ غرب ہے۔ اہل

مغرب کا جانب مشرق اور اہل جنوب کا قبلہ جانب شمال ہے اور اہل شمال کا قبلہ جنوب ہے۔ لیکن کیا اہل مشرق کے لیے ہر حال میں قبلہ نقطۂ مغرب ہے؟ اسی طرح اہل مغرب کے لیے قبلہ نقطۂ مشرق ہے؟ ایسا نہیں بلکہ بعض کے لئے قبلہ نقطۂ مغرب یا نقطۂ مشرق۔ اور بعض کے لئے نقطۂ مغرب یا مشرق سے شمال یا جنوب کی طرف منحرف ہوتا ہے۔ جب انحراف ہے تو کتنے درجے کا انحراف ہے یہ جاننا ایک مشکل امر ہے لیکن امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے استخراج سمت قبلہ کے لئے دس قاعدے خود ایجاد کیے ہیں۔ یہ کتنے تحقیقی اور کتنے آسان ہیں اس کا جواب خود امام احمد رضا قدس سرہ کی بارگاہ سے حاصل کرتے ہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں:

ہمارے یہ دسوں قاعدے تمام زمین وآسمان، زیر و بالا، بحر و بر، سہل و جبل، آبادی و جنگل سب کو محیط ہوئے کہ جس مکان کا عرض وطول (یعنی لیٹیٹیوڈ ولونگ یوٹیوڈ) معلوم ہو نہایت آسانی سے اس کی سمت قبلہ نکل آئے۔ آسانی اتنی بلکہ ان سے سہل تر اور ان کے برابر بھی اصلا کوئی قاعدہ نہیں اور تحقیق ایسی کہ عرض وطول اگر صحیح ہو اور ان قواعد سے سمت قبلہ نکال کر استقبال کریں تو اگر پردے اٹھا دیئے جائیں تو کعبہ معظّمہ کو خاص روبرو پائیں۔

اس بات کا افادہ امام احمد رضا قدس سرہ نے " کشف العلة" میں صفحہ 116 میں فرمایا۔ بعض قواعد میں حسابی عمل کی حاجت نہیں۔ ان کو ثابت کرنے کے لئے تفسیر و دلائل و براہین کی حاجت نہیں جیسا کہ شروع کے چار قاعدے ایسے ہیں۔ ان میں حسابی عمل کی حاجت ہی نہیں ہوتی لیکن باقی ماندہ 6 قواعد وہ ہیں جن میں حسابی عمل کی حاجت ہوتی ہے اور علم ریاضی میں معمولی توجہ کے بعد قبلہ کی صحت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔

ہیئت و ہندسہ، علم مثلث سطحی علم مثلث کروی، زیجات، تکریمات وغیرہ علوم وفنون میں بیش قیمت تصنیفات یادگار چھوڑی ہیں۔ جیسے معنى المجلى للمغنى و ظلى، رويت هلال، قانون رويت اهله، بر هان القديم، مسفر المطالع للتقويم و الطالع، حاشيه ذيج سلطانى، حاشيه ذيج بهادر خانى، حاشيه ذيج ايل خانى، حاشيه جامع بهادر خانى وغیرہ مذکورہ کتب کے علاوہ کتب کی طویل فہرست ہے۔ حیرت بالائے حیرت اس بات پر ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے یہ علوم وفنون کسی کالج یا یونیورسٹی سے نہیں سیکھے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطائے خاص ہے۔ ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ "كشف العلة عن سمت القبلة" میں خود ارشاد فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو صفحہ نمبر 129۔ اس میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

یہ اللہ عزوجل کا فضل اس بندہ پر جس نے یہ علوم اصلا کسی سے نہ سیکھے۔ ان میں صرف ایک کتاب پڑھی۔ پہلی "اقلیدس" دو جز رسالہ تصریح حضرت خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ ماجد کے۔ شرح چغمینی 15 ورق مولانا عبدالعلی رام پوری مرحوم موصوف کی خواہش سے۔ اس وقت عمر 19 سال تھی۔ درس مدتوں کا ختم ہو گیا تھا۔ رامپور بوجہ قرابت جانا اور کچھ دن ٹھہرنا ہوا تھا۔ مکان مرحوم کے یہاں حضرت موصوف تشریف لائے۔ مسئلہ امتناع نظیر کا تذکرہ ہوا۔ فقیر نے اس میں تحریرات بیان کیں کہ مولانا بڑے متعجب ہوئے۔ کہا کیا پڑھتے ہو؟ عرض کی درس کئی سال پیشتر ختم ہو گیا سب کچھ اپنے والد ماجد سے پڑھا۔ فرمایا شرح چغمینی پڑھی ہے۔ فرمایا نہیں۔ اسے ہم سے پڑھ لو کہ اس فن کا جاننے والا نہ پاؤ گے۔ چند روز قیام میں 15 ورق

پڑھے کسی دن ڈھائی ورق ہوتے کہ فقیر صرف عبارت پڑھتا چلا جاتا۔ جہاں حضرت کو خیال ہوتا کہ نہ سمجھا ہوگا عرض کر لیتا۔ کسی دن آدھی سطر ہوتی۔ جس دن فقیر کو کوئی شبہ ہوتا اس کی تقریر و بحث میں وقت ختم ہو جاتا۔ مولانا موصوف کی اس نعمت کا اظہار ضروری تھا کہ نا شکری نہ ہو جب والد ماجد قدس سرہ سے یہ علم پڑھا تو ارشاد فرمایا تم اپنے علوم دینیہ کی طرف توجہ رکھو۔ ان علوم کو خود حل کر لو گے ان کے ارشاد کی برکت تمام علوم ہیئت و ہندسہ، ریاضی وحساب، جبر ومقابلہ مساحت، مثلث سطحی وکروی وغیرہ جس فن کی اپنے کام میں ضرورت پڑی اپنے کام میں بفضلہٖ تعالیٰ کام رکا نہ رہا۔ اُن میں بکثرت رسائل رائقہ تصنیف کئے۔ اب اور قواعدِ جدیدہ ایجاد کئے۔

الحمد للہ کشف العلہ صفحہ نمبر 169 میں یہ عبارت موجود ہے۔ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ افسوس صد افسوس یہ کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے وصال کے بعد بھی ان علوم وفنون کی کتابیں زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکیں اور بعض کتابیں چھپ تو گئیں ہیں لیکن کتاب کی زبان اور فن کے جان کاروں کی زبان میں بہت دوری ہے۔ اس وجہ سے کتابوں کی افادیت مجروح ہو رہی ہے۔ یہ کتابیں بعض اردو زبان میں اور بعض فارسی زبان میں ہیں مگر افسوس کی بات یہ کہ جو حضرات فارسی اور اردو زبان سے واقف ہیں وہ ہیئت و ہندسہ جیسے فنون سے واقف نہیں اور جو ان علوم میں مہارت رکھتے ہیں وہ مصطلحات کو اردو اور فارسی زبان میں نہیں جانتے۔ اس لئے دونوں کے درمیان دوری پائی جاتی ہے۔ اس لئے ان کتابوں کی افادیت مجروح ہو رہی ہے۔

ادارتی نوٹ: آج ضرورت اس بات کی ہے کہ اعلیٰ حضرت نے ان علوم وفنون پر جو کتابیں اور رسائل تحریر فرمائے ہیں انہیں کسی ماہر فن سے اردو و فارسی سے ہندی وانگریزی میں ترجمہ کرا کر یونیورسٹی کے ان ماہرین کے سامنے پیش کیا جائے کہ جو آج جدید انداز میں مرتب کیے گئے ان علوم وفنون میں مہارت رکھتے ہیں۔ پھر ان حضرات سے اعلیٰ حضرت کی متعلقہ علوم وفنون پر مشتمل کتابوں اور رسائل پر مقدمات اور تبصرے لکھوائے جائیں یا جدید انداز بیان میں ان سے ان کی شروحات وتعلیقات لکھوائی جائیں۔ یہ ایک بڑا کام ہوگا۔ اس سے ان نادر علوم وفنون میں اعلیٰ حضرت کی مہارت کا اعتراف موجودہ زمانے کے یونیورسٹی سے متعلق محققین کو ہو جائے گا۔ اور ان سے جب دیگر ان کے ہم پلہ لوگ سنیں گے تو انہیں بھی اعلیٰ حضرت کی شخصیت کا کامل طور پر ادراک و اعتراف ہوگا۔ اس کے لیے کسی ادارے کو خصوصی توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس میں محنت لگن، شوق، جدوجہد اور کاوشوں کے ساتھ اچھی خاصی رقم کی بھی ضرورت پڑے گی۔ اعلیٰ حضرت پر اس وقت بہت سے ادارے، بہت سی اکیڈمیاں اور بہت سے تحقیقی سینٹر کام کر رہے ہیں۔ ایک ہی کام کو سب کریں اس سے تکرار بھی ہوتی ہے اور خاطر خواہ فائدہ حاصل نہیں ہو پاتا۔ یہ ادارے اگر باہم مشاورت سے تقسیم کار فرما کر خاکے اور منصوبے مرتب کر کے درجہ بدرجہ، پہلو بہ پہلو تدریجاً کام کریں تو ان کے کاموں کی اہمیت وافادیت مزید بڑھ سکتی ہے۔ جو کام یہ ادارے کر رہے ہیں وہ بھی مبارکبادی کے لائق ہیں۔ اللہ نے انہیں توفیق سے نوازا کہ وہ اس مادی دور میں بھی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے کارناموں کو اور ان کی تصنیفی وتالیفی خدمات کو بحسن وخوبی منظر عام پر لانے کا قابل تبریک کارنامہ انجام دے رہے ہیں۔ اللہ رب العزت ان سب لوگوں کی خدمات کو قبول فرمائے اور ان سب کاموں کو ان کے لیے نجات اخروی کا ذریعہ بنائے۔

اللہ کی رحمت سے مایوسی حوصلہ شکن جرم

از۔مولانا طارق انور مصباحی، مدیر ماہنامہ پیغام شریعت: دہلی

فرقہ پرست قوتیں بھارت کو ہندو راشٹر بنانے کے واسطے سرتوڑ کوششیں کررہی ہیں اورایڑی چوٹی کا زورلگارہی ہیں۔ان شاء اللہ تعالیٰ حالات درست ہوں گے،بشرطے کہ ہم حالات کی درستگی کے واسطے جائزاورموثر کوشش کریں۔

آزادی کے بعد مسلسل پانچ لوک سبھا الیکشن میں کانگریس کو زبردست کامیابی ملی۔اہل ملک نے یہ سمجھ لیا تھا کہ کانگریس کو شکست نہیں دی جاسکتی ہے۔جب ایمرجنسی (25: جون 1975 تا 21: مارچ 1977) کے بعدلوک سبھا الیکشن: 1977 میں کانگریس پارٹی کی شکست ہوئی،تب بھارتیوں کو یقین ہوا کہ کانگریس پارٹی بھی ہار سکتی ہے۔

تاتاریوں کی لگاتار فتح یابی اور ہرمحاذ پر کامیابی دیکھ کر دنیا والوں کو یہ یقین ہو چلا تھا کہ اب تاتاریوں کو روکنا بہت مشکل ہے۔یہ لوگ سارے اسلامی علاقوں ودیگر ممالک پر قابض ہوجائیں گے، لیکن جب زوال کسی سے دوستی کرتا ہے تو اسے ہلاکت پہنچادیتا ہے۔مصروشام کے سرحدی علاقوں میں واقع ''عین جالوت'' کے پاس 25 رمضان المبارک 658 مطابق 1260 عیسوی کو تاتاریوں اور مسلمانوں کا فیصلہ کن معرکہ لڑا گیا۔

تاتاریوں نے بغداد کو تباہ کردیا تھا۔مصروشام کے بہت سے علاقوں پر چنگیزی خاندان قابض ہو چکا تھا۔اب یہ لوگ مصر پر حملہ کی تیاری کررہے تھے۔ہلاکوخاں کا سپہ سالار کتبغا خاں بیس ہزار کے لشکر کے ساتھ عین جالوت کے میدان میں خیمہ زن تھا۔

چنگیز خاں کے پوتے ہلاکو خاں (1218-1265) یا اس کے سپہ سالار کتبغا خاں نے سلطان مصر سیف الدین قطز کو ایک دھمکی آمیز خط لکھا تھا کہ تم میری اطاعت قبول کرلو۔اگر تم نے میری بات نہ مانی تو اس کا انجام ایسا ہوگا جو تم نہیں جانتے ہو۔تاتاری سفیر کے لائے ہوئے خط میں مرقوم تھا: ''یہ اس کا فرمان ہے جو ساری دنیا کا آقا ہے کہ اپنی پناہ گاہیں منہدم کردو،اطاعت قبول کرلو۔اگر تم نے یہ بات نہ مانی تو پھر تم کو جو کچھ پیش آئے گا،وہ بلند وبالا اور جاودانی آسمان کے علاوہ کوئی نہیں جانتا''۔

تاتاری سفیر نے انتہائی رعونت آمیز انداز میں یہ خط سلطان مصر کے سامنے پھینک دیا۔یہ حقارت آمیز طریق کار دیکھ کر سلطان مصر اوراس کے عظیم سپہ سالار رکن الدین بیبرس (1223-1277) کی آنکھیں غصے سے سرخ ہوگئیں۔سلطان مصر کو خط پڑھ کر سنایا گیا۔سلطان مصر نے جواب دیا کہ ہلاکوخاں سے ہمارا کوئی جھگڑا نہیں ، لہٰذا اسے چاہئے کہ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ کر واپس چلا جائے۔تاتاری سفیر نے سلطان کو جواب دیا: ''گویا تم چاہتے ہو کہ تمہارا حشر بھی وہی ہو، جو ہم تمہارے خلیفہ کا کرکے آئے ہیں ۔ جان لو کہ ہمارے آقا کی قوت لامحدود ہے اور دنیا کی کوئی قوت اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی''۔ تاتاری سفیر کا یہ بے ادبانہ اور متکبرانہ جواب سن کر سلطان مصر آگ

بگولہ ہوگیا۔سلطان مصر نے تاتاری سفیر کی گستاخانہ باتیں سن کر حکم دیا کہ ان تاتاریوں کی زبانیں گدی سے کھینچ کر ان کو قتل کر دیا جائے۔ہماری طرف سے خط کا یہی جواب ہے۔ہلاکو خاں کے سفیروں نے بھی فتوحات کے نشے میں بدمست ہوکر بادشاہ مصر کے سامنے اس کی گستاخی کی۔جب نااہلوں اور احمقوں کو ترقی وعروج حاصل ہوتا ہے تو وہ فرعون ونمرود بن جاتے ہیں جیسا کہ بھارت میں فرقہ پرست قوتیں طاقت پاکر اچھل کود مچارہی ہیں۔

اس کے بعد سلطان مصر الملک المظفر سیف الدین قطز (1221-1260) اپنے سپہ سالار رکن الدین بیبرس اور بیس ہزار کا لشکر لے کر عین جالوت کے پاس پہنچے۔عین جالوت کے پاس مسلم افواج اور تاتاریوں کے لشکر کے درمیان سخت معرکہ آرائی ہوئی۔اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عظیم عطا فرمائی۔تاتاریوں میں سے کوئی بچ نہ سکا۔بہت سے سپاہی قتل ہوئے اور بہت سے قید ہوئے۔چنگیزیوں کے سپہ سالار کتبغا خاں کو مسلم افواج کے سپہ سالار رکن الدین بیبرس نے گرفتار کرلیا، پھر اسے قتل کر دیا۔

تاتاری سپہ سالار کتبغا خاں کی لاش مصر لائی گئی اور تاتاری فوج کے قیدیوں کو بھی مصر لایا گیا۔تاتاری سالار کی لاش اور تاتاری فوج کے قیدیوں کو قاہرہ کی گلیوں میں گشت کرایا گیا۔اس کے بعد قیدی سپاہیوں کو بھی قتل کر دیا گیا۔تاتاریوں نے ایسی بدترین شکست کبھی نہیں کھائی تھی۔اس شکست کے بعد تاتاریوں کی فتوحات کا سلسلہ تھم گیا۔لوگوں کا یہ وہم بھی دور ہوگیا کہ تاتاری افواج ناقابل تسخیر ہیں اور کوئی ان کو شکست نہیں دے سکتا۔تاتاریوں کی تاریخی شکست کی خبر جنگل کی آگ کی طرح ساری دنیا میں پھیل گئی۔فلسطین وشام کے بہت سے علاقوں میں مسلمانوں نے بغاوت کر دی اور بہت سے علاقے چنگیزیوں سے چھین لیے۔اب ہر جگہ لوگ تاتاریوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے اور چین کے جنگلی علاقوں کے یہ وحشی درندے منہ پھاڑ کر موت کے منہ میں چلے جاتے۔

ہندوراشٹر کی ایک دھندلی تصویر

ہندوراشٹر کیسا ہوگا؟ اس سے متعلق لوگ مختلف قسم کے خیالی خاکے پیش کرتے رہتے ہیں۔بھارت کے موجودہ حالات کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہندوراشٹر میں مسلمانوں کے خلاف قانون اور قانونی محکمے متحرک رہیں گے اور ہنود کے خلاف وہ قوانین اور محکمے خاموش رہیں گے۔بسااوقات آج بھی کسی مسلمان کا قتل ہوتا ہے اور پولیس وکورٹ کام کریں اور مجرم کو گرفتار کیا جائے تو متعصب ہنود احتجاج ومظاہرے کرتے ہیں اور کورٹ کو بھی کام سے روکنے کی کوشش کی جاتی ہے۔اس سے ہندوراشٹر کا ایک خاکہ ظاہر ہوتا ہے۔

(1) ادے پور (راجستھان) میں دسمبر 2017 میں شمبھولال ریگر عرف شمبھو بھوانی نے محمد افرازل شیخ نام کے ایک 50 سالہ مزدور کو بے رحمی سے قتل کر کے اس کی لاش کو پیٹرول ڈال کر جلا دیا تھا۔درندگی کے اس واقعے کو انجام دینے والے شمبھو نے اس قتل کا ویڈیو بھی سوشل میڈیا پر شیئر کیا تھا۔اس معاملے میں مغربی بنگال کے مالدہ کے رہنے والے افرازل شیخ کے رشتہ داروں نے افرازل کے قاتل شمبھو کو پھانسی کی سزا دینے کا مطالبہ کیا تھا۔افرازل کی بیوی گل بہار بی بی نے کہا تھا کہ جنہوں نے ان کے شوہر کو جانوروں کی طرح مار کے پوری دنیا کو اس کی تصویر دکھائی ہے، اس کو پھانسی کی سزا دی جائے۔وہ 12 سال سے راجستھان میں مزدوری کر رہا تھا۔اس کا کوئی قصور

نہیں تھا۔ ہاں وہ ایک مسلمان تھا، اور متعصب ہنود کی نظر میں مسلمان ہونا ہی سب سے بڑا جرم ہے، پھر دیگر جرائم گڑھ لیے جاتے ہیں۔ کورٹ کی کاروائی اتنی طویل ہوتی ہے کہ انصاف کا طلبگار تھک ہار کر مایوس ہوجاتا ہے۔کیس کے اخراجات پریشانیوں میں مزید اضافہ کرتے ہیں۔

ادے پور (راجستھان) میں شمبھو لال کی گرفتاری کے کچھ دنوں بعد تشدد پسند تنظیموں نے شمبھو ریگر کی حمایت میں ریلی نکالی، ریلی میں اس کی رہائی کی مانگ کی گئی، ریلی نے توڑ پھوڑ بھی کی، بازار بند کرائے، سڑکوں پر ٹائر جلا کر گرفتاری کی مخالفت کی، پولیس پرشاسن سے بھڑ گئے، ادے پور کورٹ کے اوپر چڑھ کر بھگوا جھنڈا لہرایا، شمبھو کی حمایت میں چندہ اکٹھا کیا گیا اور 2019 کے لوک سبھا الیکشن سے پہلے ''یوپی نونرمان سینا'' نامی ایک ہندو سنگٹھن نے شمبھو ریگر کو لوک سبھا الیکشن میں اپنا امیدوار بنانے کی بات بھی کہی تھی۔

(2) مسلمانوں کو قتل کرنے والے اور لنچنگ کرنے والے بہت سے مجرموں کو ہندو تنظیمیں اور متعصب ہنود اپنا ہیرو مانتے ہیں۔انہیں پھول کے ہار پہناتے ہیں۔ان مجرمین کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔گویا کہ مسلمانوں کو قتل کرنا جرم نہیں، بلکہ بڑا نیک کام ہے۔

(3) بھارت کی ریاست جموں وکشمیر میں کٹھوعہ کے گاؤں رسانہ میں جنوری 2018 کو آٹھ سالہ آصفہ کے ساتھ جنسی زیادتی اور قتل کا معاملہ پیش آیا۔ مقتول بچی خانہ بدوش قبیلے بکروال سے تعلق رکھتی تھی۔ اس کی گمشدگی کے ایک ہفتے بعد اس کی لاش ملی۔ اس کے گاؤں والوں کو اس کی لاش ایک کلومیٹر دور ملی تھی۔اس حادثہ کے آٹھ ملزمین کو جب اپریل 2018 میں گرفتار کیا گیا تو ملک گیر خبر بن گئی۔

ملزمان کی گرفتاری پر مختلف جماعتوں کی طرف سے احتجاج شروع ہوا جن میں سے ایک احتجاج میں بھارتیہ جنتا پارٹی کے دو وزراء بھی شامل ہوئے۔ دونوں وزیروں نے بعد میں استعفیٰ دے دیا تھا۔

مجرموں کی حمایت میں احتجاج ومظاہرہ سے یہ نظریہ روشن و واضح ہوجاتا ہے کہ مسلمانوں کا قتل ہو یا عصمت دری، مجرموں کو سزا نہ دی جائے۔ گویا کہ مسلم مردوں کا قتل اور مسلم عورتوں کی عصمت ریزی کوئی جرم ہی نہیں۔ یہی ہندوراشٹر کی دھندلی تصویر ہے۔

مسلمانوں کی ہلاکت وعصمت ریزی پر مسلم لیڈروں کی خموشی اور غیروں کے قتل وہلاکت پر اظہار افسوس کرنا بھی تعجب خیز ہے۔ ہر ظلم وجرم کے خلاف آواز بلند کر کے اپنے زندہ ہونے کا ثبوت دیں۔ میں نے چند ماہ قبل دیکھا تھا کہ ملک بھر کے مسلمان وسیم رضوی کے خلاف تحریکیں چلا رہے تھے اور ایف آئی آر بھی درج کروا رہے تھے۔اسی عہد میں نرسنگھانند بھی بدزبانی کر رہا تھا،لیکن بھارتی مسلمان خاموش پڑے تھے۔ چند ہی لوگ اس کے خلاف آواز بلند کیے ہوئے تھے۔اس طریق کار کے سبب مستقبل کے مؤرخین بھارتی مسلمانوں پر ہندوراشٹر کے لیے ماحول سازی کا الزام ڈالیں گے۔

سیاسی بصیرت اور دفع الزامات کی ضرورت

جمہوری ممالک میں جو قوم سیاست وحکومت سے دور رہتی ہے، وہ رفتہ رفتہ زوال پذیر ہوتی جاتی ہے۔ آزادی کے بعد بھارتی مسلمانوں کی خستہ حالی کا اہم سبب سیاست وحکومت سے دوری ہے۔ حالیہ چند سالوں سے ملک کے حالات جس تیزی سے بدلتے جا رہے ہیں، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ملک کے موجودہ حالات کا

جبری تقاضا ہے کہ قوم مسلم کے مذہبی قائدین بھی سیاست میں دل چسپی لیں اور قوم مسلم کی صالح سیاسی رہنمائی فرمائیں۔

سیاسی شعور بیدار کرنے کے واسطے کسی پارٹی سے منسلک ہونا ضروری نہیں۔حضرت صدر الافاضل قدس سرہ العزیز نے مسلمانان برصغیر کی سیاسی رہنمائی کے واسطے 1925 میں آل انڈیا سنی کانفرنس قائم فرمائی۔علمائے اہل سنت وجماعت ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' کے پلیٹ فارم سے ملک کی آزادی یعنی 1947 تک مسلمانوں کی سیاسی رہنمائی فرماتے رہے۔مسلمانوں کی سیاسی رہنمائی کے واسطے یہ ایک مستقل تحریک تھی۔کسی سیاسی پارٹی سے اس کانفرنس کا انسلاک والحاق نہیں تھا۔آزادی کے بعد اس تحریک کو تحلیل کر دیا گیا۔

عصر حاضر میں مسلمانوں کی سیاسی رہنمائی کے واسطے کوئی تنظیم موجود نہیں اور نہ ہی اس کی کوئی خاص ضرورت ہے۔سیاسی امور کے ماہر علما ودانشوران انفرادی طور پر قوم کو صحیح راہ دکھاتے رہیں۔سوشل میڈیا کا پلیٹ فارم بہت وسیع ہے۔اس کے ذریعہ قوم مسلم کے اندر سیاسی شعور بھی بیدار کرتے رہیں اور مسلمانوں کو صحیح مشورے بھی تفویض کرتے رہیں۔

بھارت کی گودی میڈیا نے اسلام ومسلمین کو بدنام کرنے کی قسم کھا رکھی ہے۔اس کی غلط بیانیوں کو اجاگر کرتے رہیں،تا کہ ذلیل ورسوا ہو کر وہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو جائے۔ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں تو بہت کچھ ہم دیکھ چکے اور جو کچھ باقی ہے،عنقریب وہ سب بھی دیکھنے کو ملیں گے۔ہم انتہائی شاطر دشمنوں کے نرغے میں ہیں۔ایسے خطرناک دشمن جب محبت ظاہر کریں تو اس پر بھی بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔قصاب اپنے ہاتھوں میں گھاس لے کر بھاگ کھڑے ہونے والے جانور کے قریب جاتا ہے،اسے چمکارتا ہے، جب وہ جانور قریب آتا ہے تو اسے پکڑ کر انجام تک پہنچا دیتا ہے:فاعتبروا یا اولی الابصار

فارغین مدارس کی نسل جدید میں بہت سی مثبت تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔آج سے پانچ چھ سال قبل تک فارغین مدارس عام طور پر مذہبی موضوعات پر خامہ فرسائی کرتے تھے۔بفضلہ تعالیٰ اب فارغین مدارس غیر مذہبی موضوعات پر بھی طبع آزمائی کرتے ہیں اور بہت سے عمدہ مضامین نظر نواز ہوتے ہیں۔اسلام کی حفاظت اور مسلمانوں کی بھلائی کی نیت سے جو جائز کام کیا جائے وہ قابل تحسین اور امر محمود ہے۔حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ عمل کا دارومدار نیت پر ہے،اور جو جس امر کی نیت کرے گا،وہی پائے گا۔

(انما الاعمال بالنیات–ولکل امرء ما نوی)

(صحیح بخاری:حدیث اول)

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا کہ کار خیر کے وسائل بھی کار خیر ہیں۔

(1)''فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ قرآن وحدیث سے صدہا دلائل اس معنی پر قائم کر سکتا ہے کہ مصداق فضائل صرف علوم دینیہ ہیں وبس۔ان کے سوا کوئی علم شرع کے نزدیک علم،نہ آیات واحادیث میں مراد،اگرچہ عرف ناس میں باعتبار لغت اسے علم کہا کریں۔ہاں آلات ووسائل کے لیے حکم مقصود کا ہوتا ہے،مگر اسی وقت تک کہ وہ بقدر توسل وبقصد توسل سیکھے جائیں۔اس طور پر وہ بھی مورد فضائل ہیں جیسے نماز کے لیے گھر سے جانے والوں کو حدیث میں فرمایا کہ وہ نماز میں ہے، جب تک نماز کا انتظار کرتا ہے،نہ یہ کہ انہیں مقصود قرار دے لیں اور

ان کے توغل میں عمر گزار دیں۔ نحوی ،لغوی ،ادیب ، منطقی کہ انہیں علوم کا ہو رہے اور مقصود اصلی سے کام نہ رکھے، زنہار عالم نہیں کہ جس حیثیت کے صدقہ میں انہیں نام ومقام علم حاصل ہوتا، جب وہی نہیں تو یہ اپنی حد ذات میں نہ اُن خوبیوں کے مصداق تھے ،نہ قیامت تک ہوں۔ ہاں اسے یہ کہیں گے کہ ایک صنعت جانتا ہے جیسے آہنگر ونجار''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد نہم: جز دوم :ص 17 - رضا اکیڈمی ممبئی)

(2) ''ہاں آیات واحادیث دیگر کہ فضیلت علما وترغیب علم میں وارد، وہاں ان کے سوا اور علوم کثیرہ بھی مراد ہیں جن کا تعلم فرض کفایہ، یا واجب یا مسنون یا مستحب، اس کے آگے کوئی درجہ فضیلت وترغیب، اور جو ان سے خارج ہو، ہرگز آیات واحادیث میں مراد نہیں ہوسکتا، اوران کا ضابطہ یہ ہے کہ وہ علوم جو آدمی کو اس کے دین میں نافع ہوں، خواہ اصالۃً جیسے فقہ وحدیث وتصوف بے تخلیط، وتفسیر قرآن بے افراط وتفریط، خواہ وساطۃً مثلاً نحو وصرف ومعانی وبیان کہ فی حد ذاتہا امر دینی نہیں، مگر فہم قرآن وحدیث کے لئے وسیلہ ہیں''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد نہم: جز دوم :ص 16 - رضا اکیڈمی ممبئی)

اسلام ومسلمین کی صیانت وحفاظت کے وسائل وذرائع بھی کار خیر ہیں۔ ثواب کا مدار نیت پر ہے۔

گھر واپسی کی منظم تحریک چلانے کا منصوبہ

خبر کے مطابق آر ایس ایس اور وشو ہندو پریشد کی جانب سے مسلمانوں کو ہندو بنانے کے واسطے منظم تحریک شروع کرنے کی منصوبہ بندی مکمل ہو چکی ہے۔ اب اس تحریک کا آغاز ہونے والا ہے، لہٰذا ملت اسلامیہ کے پاسبانوں کو بیدار، خبردار اور ہوشیار رہنا چاہئے۔

برصغیر کے بے شمار مسلمانوں کے ایمان کو وہابیوں اور دیوبندیوں نے دیمک کی طرح کھالیا اور اب سنگھ پریوار مسلمانوں کی پیشانی پر قشقہ لگانے کی سازش کر رہا ہے۔ بھوپال کے علاقوں سے تحریک ارتداد شروع کرنے کا عندیہ دیا گیا ہے۔ تحریک آزادی کے عہد میں 1923 میں شردھانند نے تحریک شدھی شروع کی تھی اور بہت سے مسلمانوں کو مرتد بنا دیا تھا۔ تحریک رضائے مصطفیٰ (بریلی شریف) نے بروقت کاروائی کی اور بہت سے لوگ واپس ہوئے اور توبہ کر کے دوبارہ دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے۔

سلطنت مغلیہ کے سقوط وزوال کے بعد سے ہی مسلمانوں کو ہندو بنانے کی سرتوڑ کوشش ہو رہی ہے۔ اعدائے اسلام کہتے ہیں کہ بھارتی مسلمانوں کی پچھلی نسلیں ہندو تھیں۔ بعد میں یہ لوگ ہندو دھرم چھوڑ کر مسلمان ہو گئے۔ جب قوم ہنود کا یہ اقراری بیان ہے تو اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ بھارتی مسلمان بھارت کے ہی باشندہ ہیں۔ یہ لوگ کہیں باہر سے نہیں آئے، پھر مسلمانوں کو بھارت چھوڑنے کا مشورہ کیوں دیا جاتا ہے۔ دستور ہند نے سب کو اختیار دیا ہے کہ وہ اپنی پسند سے جس دھرم کو چاہیں، اس کو اپنا سکتے ہیں۔ ع

ہر ملک ملک ما است کہ ملک خدائے ما است (ڈاکٹر اقبال)

بڑے بڑے نام دیکھ کر خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ ساری کائنات کا نظام اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے۔ اپنے دلوں سے خوف ودہشت کو باہر نکال پھینکیں اور ہمت وجرأت کے ساتھ حالات کا مقابلہ کریں۔ بس اتنا لحاظ رہے کہ بھارت ایک جمہوری ملک ہے۔ ملکی قوانین کو ہاتھ میں لینے کی کوشش نہ کریں اور فتنہ ارتداد کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔

اٹھ باندھ کمر کیوں ڈرتا ہے ☆ پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

منظر اسلام کے ایک ہونہار فاضل۔ مفتی مظفر علی سہسوانی

از۔ مولانا محمد اشفاق رضا نوری، مدرسہ غلامان رسول سہسوان ضلع بدایوں

تاریخ نے ان تمام شخصیات کے حالات و کارناموں کو اپنے سینے میں جگہ دی جنہوں نے اپنے کردار اور عمل سے عوام وخواص کو صرف متاثر ہی نہیں بلکہ ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ خواہ مؤرخ ہوں یا شاعر، ادیب ہوں یا سوانح نگار، مفکر ہوں یا سیاست داں، ریاضی داں ہوں یا سپہ سالار، سلطان ہوں یا کوئی اور۔ جو ان شخصیات سے متاثر ہوئے ان کے تمام کارناموں کو محفوظ کیا۔ یہ سلسلہ صدیوں پہلے شروع ہوا تھا اور اب بھی تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔

اگر ہمارے بزرگوں نے سوانح نگاری کا یہ سلسلہ صدیوں پہلے شروع نہ کیا ہوتا تو نہ آج ہمارے سامنے اپنے اسلاف کے نورانی چہرے ہوتے اور نہ ہی ان کے کارناموں کے دلکش دستاویز۔ مگر افسوس! علمائے اہل سنت ومشائخ عظام کے حالات زندگی اور دینی و علمی خدمات کی طرح اتنی توجہ نہیں کی گئی جس کے وہ مستحق تھے۔ لیکن اب علمائے اہل سنت اس ضرورت کو شدت سے محسوس کرتے ہوئے بیدار ہوئے ہیں اور ارباب فکر و دانش ونوجوان اہل قلم نے اپنے مسائل اور اپنے اکابر پر کام کرنا شروع کر دیا ہے۔ اس کے باوجود ابھی بھی ہماری جماعت کی بہت ساری عظیم شخصیات ایسی ہیں جن کو اس دار فنا سے رخصت ہوئے ایک عرصہ گزر گیا مگر ابھی تک ہم ان کی دینی خدمات کو جمع نہ کر سکے جو ہم سب کے لیے ایک نہایت ہی افسوس کی بات ہے۔ جن کی حیات و دینی خدمات ہمیں دعوت فکر دے رہی ہیں اور بہت جلد کام کرنے اور محفوظ کرنے کا ہم سے تقاضہ کرتی ہیں۔ ورنہ زمانہ طویل گزر جانے کے بعد ان کی یادیں ذہن سے محو ہو جائیں گی۔ ان کو پورے طور پر لکھنا مشکل ہو جائے گا۔ پھر ایک زمانہ وہ آئے گا کہ ان اکابر کو دیکھنے والے تک ہم کو نہ ملیں گے۔ پھر نیا مواد سامنے لانا ناممکن ہوگا۔

جن شخصیات نے مذہب ومسلک اور علم وفن کی خدمات انجام دیں ان ہی نیک شخصیات میں سے سرزمین سہسوان کی ایک عظیم المرتبت شخصیت حضرت علامہ الحاج مفتی مظفر علی صاحب کی ذات مقدسہ بھی ہے۔ جن کے وصال کو عرصہ گزر گیا مگر ان کی علمی و روحانی شخصیت کے تعارف میں آج تک کوئی جامع سوانح منظر عام پر نہیں آئی سوائے اس کے کہ ''مفتی اعظم اور ان کے خلفاء'' نامی کتاب میں مولانا شہاب الدین رضوی صاحب نے ان کا مختصراً تعارف پیش فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ ان کے احوال وکوائف اب تک صرف زبانی روایتوں پر منحصر ہیں۔ موصوف کی قدر و شخصیت اور علمی وعملی انفرادیت بیان کرنے والے آج بھی تواتر کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔ مگر افسوس! کہ ابھی تک ان روایتوں کو صفحۂ قرطاس پر نہیں لایا گیا۔ اسی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے راقم الحروف نے اس عظیم المرتبت شخصیت کے حالات زندگی اور ان کی ملی ودینی وروحانی خدمات کے تعلق سے اپنی کچھ معلومات تحریر کی ہیں تاکہ ان کی پاکیزہ زندگی کے کچھ گوشے اور نمایاں پہلو تاریخ کے صفحات میں محفوظ و مرقوم ہو جائیں اور آنے والی نئی نسل ان جیسے بزرگوں کو اپنے لیے

بہترین نمونۂ عمل اور مشعل راہ بنائے۔ یہ مضمون حضرت علامہ مفتی مظفر علی صاحب کی حیات مبارکہ کے تعلق سے کوئی مفصل و مکمل مضمون نہیں صرف خطوط و اشارات ہیں۔

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ مفتی مظفر علی صاحب علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات کا دائرہ کافی وسیع ہے۔ موصوف کی پیدائش ۱۹۴۶ء میں قصبہ سہسوان ضلع بدایوں میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم ناظرہ قرآن اور اردو مدرسہ اسلامیہ بزریا سہسوان ہی میں حاصل کی۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے آپ نے بریلی شریف کا رخ کیا اور دار العلوم منظر اسلام میں داخلہ لیا اور درجۂ مولوی، عالمیت اور فضیلت تک ہم شبیہ غوث اعظم سیدی سرکار مفتی اعظم ہند کے زیر سایہ نابغۂ روزگار اور ماہر اساتذۂ کرام سے تعلیم حاصل کی۔ مزید اعلیٰ تعلیم اور فنون میں مہارت حاصل کرتے رہے۔ دار العلوم منظر اسلام سے فراغت حاصل کرنے کے بعد سیدی حضور مفتی اعظم ہند کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دار الافتاء بریلی شریف میں فتویٰ نویسی کی خدمت عرصۂ دراز تک انجام دیتے رہے۔ پھر سیدی سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے داخل سلسلہ فرما کر بیعت و خلافت عطا فرمادی اور حضور سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کے مطابق قصبہ جلال پور ضلع مرادآباد میں عرصۂ دراز تک درسی و تبلیغی خدمات انجام دیتے رہے۔ جلال پور کے مسلمان آپ کی تعلیمی اور تبلیغی خدمات اور کردار و عمل کی وجہ سے بہت متاثر ہوئے اور وہاں کے عوام و خواص نے آپ کو اپنا رہبر و رہنما تسلیم کر لیا اور آپ سے فیضیاب ہوتے رہے۔ ضرورت اور حالات کے پیش نظر آپ نے وہاں سے ''اندور'' مدھیہ پردیش کا رخ کیا اور کچھ عرصہ تک درس و تدریس میں منہمک رہے۔ آپ کی علمی و عملی بصیرت سے لوگ فیضیاب ہوتے رہے۔ اندور سے منتقل ہو کر آپ اپنے وطن خاص سہسوان واپس تشریف لائے اور ''مدرسہ غلامان رسول'' کی ساری ذمہ داری قبول فرما لی اور صدر المدرسین کے منصب عظمیٰ پر فائز رہے۔ تدریسی و تبلیغی خدمات انجام دیتے رہے۔ مدرسہ غلامان رسول کی چٹائی پر بیٹھ کر دین و سنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے تحفظ و بقا اور ابطال باطل و احقاق حق کے کارہائے نمایاں انجام دیتے رہے۔

عرصۂ دراز کے بعد قصبہ سید پور ضلع بدایوں کے احباب کی التماس پر ''دار العلوم غوثیہ'' قصبہ سید پور کا انتخاب فرمایا اور آپ وہاں کے حالات اور ماحول کے اعتبار سے علمی و عملی خدمات انجام دیتے رہے۔ کچھ عرصے بعد دار العلوم غوثیہ سید پور سے منتقل ہو کر موضع قادرآباد ''مدرسہ گلشن قادری'' میں تدریسی اور تعلیمی و تبلیغی خدمات عرصۂ دراز تک انجام دیتے رہے۔ وہاں کے عوام و خواص ابھی آپ سے فیضیاب ہو ہی رہے تھے اسی دوران اپنا رخ وطن مالوف سہسوان کی طرف کیا اور ''جامعہ رضویہ برکات العلوم'' سہسوان تشریف لائے۔ ''جامعہ رضویہ برکات العلوم'' کی تعلیمی و تبلیغی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ جامعہ کے دار الافتاء کی ذمہ داری بھی سنبھالی اور اخیر وقت تک فتویٰ نویسی کی خدمات انجام دیتے رہے۔ دینی تصلب جو ایمان کا لازمی حصہ اور شان مومن ہے وہ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، بدعقیدوں اور بارگاہ انبیاء و اولیاء کے گستاخوں سے آپ کو حد درجہ نفرت تھی۔ ان سے سلام و کلام، میل جول، نشست و برخاست وغیرہ سے اجتناب فرماتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی ہدایت فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جن علاقوں اور جن

بستیوں میں آپ کا قدم پہنچا وہاں سے گمراہی اور بدعقیدگی دور ہوئی۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ وہابیوں دیوبندیوں سے اس طرح دور رہو جس طرح سانپ اور بچھو سے دور رہتے ہو بلکہ ان کا زہر سانپ اور بچھو کے زہر سے زیادہ خطرناک ہے جو ایمان کو کھا جاتا ہے۔ ان کی نماز وغیرہ سے دھوکہ نہ کھاؤ بلکہ ان کے باطن کو دیکھو، ان سے دوستی کرنا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں سے دوستی کرنا ہے۔ آپ اپنے تمام متوسلین اور معتقدین کو ہمیشہ مسلک اعلیٰ حضرت پر سختی سے گامزن رہنے کا حکم دیتے اور بدعقیدہ لوگوں کے مکر وفریب اور فتنہ میں نہ آنے کی ہمیشہ تاکید فرماتے۔ اس طرح آپ تاحیات سنیت کا علم بلند کرتے رہے۔

وصال مبارک: ۱۷/ربیع الآخر ۱۴۳۶ھ مطابق ۶/فروری ۲۰۱۵ء کو اپنے صاحبزادے کے پاس قصبہ چندولی ضلع اشوک نگر مدھیہ پردیش تشریف لے گئے۔ اچانک طبیعت خراب ہوئی۔ تقریباً ۱۱/روز کی علالت کے بعد ۲۹/ربیع الآخر ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۶/فروری ۲۰۱۵ء بروز پیر بعد نماز عشاء ۶۹/سال کی عمر میں قصبہ چندولی میں اس دار فانی سے رخصت ہوکر اپنے معبود حقیقی سے جا ملے۔ چندولی سے بذریعہ کار آپ کا جسد اقدس سہسوان لایا گیا۔ کثیر تعداد میں لوگوں نے سہسوان کی عیدگاہ میں نماز جنازہ ادا کی۔ حضرت سید ابراہیم میراں شاہ ولی کے مزار کے سامنے صحن کے مغربی وجنوبی گوشہ میں مدفون ہوئے۔ آج بھی آپ کا مزار اقدس مرجع خلائق ہے۔

یہ چند سطریں حضرت مفتی مظفر علی صاحب کی دبستان حیات سے ہم نے تحریر کی ہیں۔ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔ آمین

نذرانۂ عقیدت ببارگاہ امام عالی مقام

از۔ مولانا رستم القادری، مدھوبنی بہار

محبوب کبریا کا دلارا حسین ہے
ڈوبے نہ جو کبھی وہ ستارا حسین ہے
لخت جگر ہے فاطمہ بنت رسول کا
شیرِ خدا کی آنکھوں کا تارا حسین ہے
حقانیت کو دیکھ کر سبط رسول کی
ہر قوم کہہ رہی ہے ہمارا حسین ہے
حلقوم چوم کر کہا آقا نے برملا
یہ میرا پھول ناز کا پالا حسین ہے
نسبت رسول پاک سے کیا خوب ملی ہے
آدھا بدن حسن ہے تو آدھا حسین ہے
سجدے کو طول اس لیے نانا نے دے دیا
پشتِ نبی پہ بیٹھا نواسہ حسین ہے
بائس ہزار سے ہے پیاسی کا سامنا
پھر بھی کبھی نہ حوصلہ ہارا حسین ہے
سر دے دیا مگر نہیں بیعت قبول کی
کتنا عظیم عزم تمہارا حسین ہے
نام و نشاں یزید کا دنیا سے مٹ گیا
خورشید کی طرح سے چمکتا حسین ہے
سردار ہے وہ جنتی ہر نوجوان کا
محشر میں اس بارات کا دولہا حسین ہے
اس کی مثال قادریؔ تم پاؤگے کہاں
جس صبر کے لباس میں آیا حسین ہے

کرنسی نوٹ کا مسئلہ اور امام احمد رضا

از۔ڈاکٹر پروفیسر زاہد خاں، سابق پروفیسر کامرس، بریلی کالج، بریلی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے، وہ علم کے بحر بیکراں تھے، علم کی کوئی جہت ایسی نہیں جس پر امام کو مکمل دسترس حاصل نہ ہو اور اس پر کوئی کتاب نہ لکھی ہو، کون سا علم ہے جس پر انھوں نے نہیں لکھا، ۵۵؍علوم وفنون پر مشتمل ان کی تصانیف ایک ہزار سے زائد شمار کی جاتی ہیں، امام احمد رضا محدث بریلوی پر بھی خوب لکھا گیا ہے، بہت لکھا گیا ہے، ہندوستان، پاکستان، ترکی وغیرہ ممالک میں تو لکھا ہی گیا اور ہندوستان، پاکستان کی بہت سی یونیورسٹیوں میں بھی ان پر تحقیقی مقالے لکھے گئے اور برصغیر کی کئی یونیورسٹیوں نے ان پر پی ایچ ڈی کی سندیں جاری کیں ہیں۔

ایک پی ایچ ڈی کی ڈگری کولمبیا یونیورسٹی امریکہ میں محترمہ اوشا سانیال کو دی گئی ہے، مگر امام احمد رضا نے علم اقتصادیات پر جو بے مثل کام کیا ہے، ابھی تک وہ علما اور عوام کے سامنے نہیں آپایا ہے، ناچیز کی یہی کوشش ہے کہ امام احمد رضا کا یہ کام بھی اہل علم کے سامنے آئے، یہ مضمون اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

یہ زمانہ تھا انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے آغاز کا! جب دنیا میں گولڈ اسٹینڈرڈ (جس میں سونے کے سکے چلن میں ہوا کرتے تھے) آخری سانسیں لے رہا تھا اور دنیا کے تمام ملکوں میں سونے چاندی کے سکوں کا چلن قریب قریب بند ہو چکا تھا اور اس کا متبادل کرنسی نوٹ دھیرے دھیرے چلن میں آرہا تھا، عالم اسلام میں یہ سوال پیدا ہونے لگا کہ سونے چاندی کے سکے تو مال تھے، ان کی مختلف مالیت ہوتی تھی، کیا یہ کاغذ کا چھوٹا سا ٹکڑا بھی مال ہے یا نہیں؟ اس سے اشیا کی خرید وفروخت کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اسلامی شریعت کے مطابق اس کے ذریعہ زکوٰۃ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اس میں مہر دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ صرف حجاز مقدس کا نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کا ہوگیا تھا، اس وقت سرزمین عرب پر سلطنت عثمانیہ کی حکومت کی جاری تھی، دینی وشرعی مسائل میں عالم اسلام حجاز مقدس سے رہنمائی حاصل کرتا تھا، چنانچہ عالم اسلام سے حرمین شریفین کے علما کے یہاں کرنسی نوٹ کے متعلق سوالات آنے شروع ہوگئے، اس وقت کے مفتی احناف مفتی اعظم مکہ معظّمہ شیخ جمال الدین بن عبد اللہ سے نوٹ کے متعلق سوال کیا گیا کہ نوٹ پر زکوٰۃ ہے کہ نہیں؟ انھوں نے جواب سے اعراض فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ ’’علم علما کی گردنوں میں امانت ہے، کوئی عالم آئے گا جو اس راز کو کھولے گا۔‘‘

اسی دوران (۱۳۲۴ھ؍۱۹۰۵ء) میں امام احمد رضا بریلوی دوسری بار حجاز مقدس میں حج کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ قیام مکہ معظّمہ کے دوران امام مسجد الحرام شیخ عبد اللہ میرداد بن شیخ الخطبا شیخ احمد ابوالخیر نے کرنسی نوٹ کے متعلق ۱۲؍سوالات آپ کی خدمت میں پیش کئے، آپ نے ان ۱۲؍سوالات کے جوابات ’’کفل الفقیہ الفاہم لاحکام قرطاس الدراہم‘‘ کے نام سے مکمل عربی زبان میں ایک دن اور کچھ گھنٹوں میں تحریر فرمادیئے، امام احمد رضا نے ان

سوالوں کے جوابات دے کر مسئلہ واضح فرمایا، ان بارہ سوالات اور جوابات کو یہاں لکھنا ممکن نہیں ہے کیوں کہ مضمون بہت طویل ہو جائے گا، ان میں سے چند اہم سوالات اور ان کے جوابات مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) کیا نوٹ مال ہے یا رسید؟ جواب: نوٹ قیمتی مال ہے رسید نہیں، فتح القدیر میں فرمایا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک کاغذ ہزار روپیہ کے بدلے بیچے تو بلا کراہت جائز ہے۔

(۲) اگر یہ نصاب کو پہنچ جائے اور اس پر سال بھی گزر جائے تو کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ جواب: اگر یہ نصاب کو پہنچ جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی کیوں کہ یہ ذاتی طور پر مال متقوم ہے۔

(۳) کیا اس میں مہر دینا صحیح ہے؟ جواب: اس میں مہر مقرر کرنا اور دینا صحیح ہے۔

(۴) اگر اسے محفوظ جگہ سے چوری کرلیا جائے تو ہاتھ کاٹنا واجب ہوگا؟ جواب: ہاں اگر (ہاتھ کاٹنے کی) شرائط پائی جاتی ہیں تو واجب ہوگا۔

اس طرح بارہ سوالات مع جوابات کے تحریر ہیں، جب کتاب مکمل ہوئی تو مکہ مکرمہ کے جلیل القدر علمائے کرام مثلاً شیخ الائمہ والخطباء غلام احمد ابوالخیر میرداد حنفی، سابق مفتی وقاضی شیخ صالح کمال حنفی، حافظ کتب الحرمین سید اسماعیل خلیل حنفی اور مفتی احناف عبداللہ صدیق رحمہم اللہ نے اسے سنا اور اس کی تعریف فرماتے ہوئے اسے نقل کرلیا، بعد میں مفتی احناف عبداللہ صدیق رحمۃ اللہ علیہ نے جب اس عظیم الشان کتاب ''کفل الفقیہ الفاہم'' کو مکتبۂ حرم میں دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور کتاب کے مصنف سے ملنے کی خواہش ظاہر کی، جب انھیں بتایا گیا کہ کتاب کے مصنف یہاں موجود ہیں تو انھوں نے آپ سے ملاقات کی اور نہایت ہی گرم جوشی سے استقبال کیا اور دونوں شخصیتوں کے درمیان دیر تک علمی مذاکرہ رہا۔

اسلامی فقہ میں مال کی تعریف اور حقیقت نوٹ کا بیان

امام احمد رضا نے تمام سوالات کے جوابات دیتے ہوئے فرمایا کہ ان تمام سوالوں کی بنیاد پہلا سوال ہی ہے کہ یہ نوٹ کاغذ کا ٹکڑا ہے یا مال؟ جب اس کی حقیقت معلوم ہو جائے گی تو تمام احکام بغیر کسی شک وشبہ کے واضح ہو جائیں گے۔امام احمد رضا نے نوٹ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: نوٹ کی اصل تو سب کو معلوم ہے کہ یہ وہ کاغذ کا ٹکڑا ہے اور کاغذ مال متقوم ہے، قیمت والا مال ہے (مال متقوم) اور اس سکہ نے اس سے زیادہ کچھ نہ کیا، مگر یہی کہ لوگوں کی رغبتیں اس کی طرف بڑھ گئیں اور وقت حاجت کے لیے اٹھا رکھنے کے زیادہ لائق ہو گیا اور مال کے معنی یہی ہیں یعنی وہ جس کی طرف طبیعت میل کھائے اور حاجت کے لیے اٹھا رکھنے کے قابل ہو، جیسا کہ بحر وشامی وغیرہما میں ہے۔

امام احمد رضا نے تمام اسلامی فقہ سے حوالے دے کر یہ ثابت کر دیا کہ نوٹ جس کو کاغذ کا ٹکڑا کہا جا رہا ہے حقیقت میں مال ہے اور شرعاً ایسے مال میں تصرف قطعاً جائز ہے، رد المحتار لابن عابدین شامی میں کہا گیا ہے کہ مال وہ چیز ہے جس کی شان یہ ہو کہ وقت حاجت اسے نفع لینے کے لیے رکھا جائے اور قیمت والا ہونا مستلزم ہو، بحر الرائق زین الدین ابن نجیم میں مال کے بارے میں کہا گیا ہے کہ مال آدمی کے سوا ہر اس شئے کا نام ہے جو آدمی کی مصلحتوں

کے لیے پیدا کی گئی اور اس قابل ہو کہ اسے محفوظ رکھیں اور باختیار خود اس میں تصرف کریں۔ محقق علی الاطلاق کمال الدین ابن الہمام نے فتح القدیر میں فرمایا ''اگر کوئی شخص اپنے کاغذ کا ٹکڑا ہزار کو بیچے تو بلا کراہت جائز ہے''۔

امام احمد رضا نے فرمایا: اگر تحقیق کیجئے تو یہ بعینہ نوٹ کا جزئیہ ہے کہ ان امام نے اس (نوٹ) کی ایجاد سے پانچ سو برس پہلے فرما دیا تھا کہ وہ یہی کاغذ کا ٹکڑا ہے جو ہزار روپیہ کو بکتا ہے تو کوئی شک نہیں کہ نوٹ بذات خود قیمت والا مال ہے کہ بکتا ہے اور خریدا جاتا ہے اور ہبہ کیا جاتا ہے اور وراثت کے کام آتا ہے اور جتنی باتیں مال میں جاری ہوتی ہیں وہ سب اس میں جاری ہوتی ہیں۔

دوسری جانب کچھ علما نے فتویٰ دیا کہ نوٹ رسید ہے یا چیک! انھیں اس کی مثل کے ساتھ بھی نہیں بیچا جاسکتا ہے، چہ جائے کہ کم یا زیادہ رقم کے ساتھ سودا کیا جائے، یہ بات ایک عام طالب علم بھی جانتا ہے اور ایک معمولی آدمی بھی جانتا ہے کہ چیک کیا ہوتا ہے اور اس کا نوٹ سے کیا تقابل، بہر حال یہ کہنا کہ نوٹ چیک ہے ان کی علمی سطح کو ظاہر کرتا ہے۔

ماہر معاشیات واقتصادیات کی نظر میں مال کی تعریف

ماہر معاشیات میں ایڈم اسمتھ کے بعد سب سے بڑا نام الفریڈ مارشل کا ہے جس نے اپنی مشہور زمانہ کتاب ''معاشیات کے اصول'' ۱۸۹۰ء میں لکھی اور تعجب کی بات یہ ہے کہ اس کتاب میں مال کی وہی تعریف کی گئی ہے جو ہمارے فقہا نے آج سے تین چار سو سال قبل کی ہے، بقول مارشل: ''ہر وہ چیز مال ہے جو آدمی کی ضرورتوں کو واسطہ یا بالواسطہ پورا کرتی ہے''۔ آگے اس کی وضاحت کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے کہ ''مال میں وہ تمام اشیا شامل ہیں جو پسندیدہ اور فائدہ مند ہیں اور ان کو رکھنے، استعمال کرنے یا ان سے فائدہ اٹھانے یا ان کو مستقبل میں حاصل کرنے کا اختیار ہو''۔

''واکر'' نے کہا: ''مال سے مراد ان تمام اشیا سے ہے جن کی قیمت ہوتی ہے''۔

جدید ماہر معاشیات کا سب سے بڑا نام ''جے ایم کینس'' ہے، اس نے مال کی تعریف کرتے ہوئے کہا: ''وہ سب چیزیں جن کی قیمت ہوتی ہے مال کہلاتی ہیں''۔

اب ذرا تقابل کیجئے کہ ہمارے قدیم فقہا اور امام احمد رضا کے مال کے متعلق خیالات میں کتنی مطابقت اور یکسانیت ہے اور ہو بھی کیوں نہیں کیوں کہ یہ ایک سچائی ہے کہ کاغذ کا ٹکڑا محض کاغذ کا ٹکڑا نہیں بلکہ مال ہے، اب چاہے اس کو ثمن اصطلاحی کہا جائے یا ثمن قانونی کیوں کہ اب تو اس کو ثمن قانونی کا درجہ دیا جا چکا ہے، اس لیے اس کے بارے میں کسی تنازع کی گنجائش نہیں رہتی۔

اس کے بعد امام احمد رضا یہیں نہیں رکے بلکہ نوٹ کے متعلق تمام مسائل کا حل انھوں نے اس کتاب میں پیش کر دیا ہے، جیسے کہ اسے قرض دینا جائز ہے یا نہیں اور اگر قرض دیا جاتا ہے تو اس کی ادائیگی اس کے مثل سے کی جائے گی یا درا ہم سے، اس میں بیع سلم جائز ہے یا نہیں، نوٹ میں لکھی ہوئی روپیوں کی تعداد سے زائد کے بدلہ میں اس کو بیچا جاسکتا ہے یا نہیں؟ مثلاً دس کا نوٹ بارہ یا بیس روپیہ میں بیچا جاسکتا ہے یا نہیں؟ ایسے بہت سے پیچیدہ سوالوں کے جوابات اس کتاب میں شریعت کی روشنی میں مدلل موجود ہیں، جو ہمارے بہت سے معاشی مسائل کا حل پیش کرتے ہیں۔

اِمام کی محبت مسجد سے، اِنتظامیہ کی محبت امام سے

از: حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی جمشید پور

دنیا میں اچھے لوگوں کی کمی نہیں ہے، مطلب پرست، اپنے لیے ہی جینے والوں کی بھی کمی نہیں ہے۔ ہر شعبے میں دونوں طرح کے لوگ موجود ہیں۔ جہاں اس طرح کی خبریں سننے اور پڑھنے کو ملتی ہیں کہ فلاں شہر کی فلاں مسجد کے امام نے تنگدستی، فاقہ کشی سے پریشان ہوکر اور ذہنی تناؤ میں مبتلا ہوکر خودکشی کرلی، فلاں شہر میں مسجد کے امام صاحب اس مہنگائی کے دور میں پانچ ہزار روپے میں امامت جیسے مقدس فریضے کو انجام دے رہے ہیں۔ 9 سالوں سے تنخواہ نہیں بڑھی ہے اور جب اُنھوں نے تنخواہ بڑھانے کی گزارش پیش کی تو تنخواہ کیا بڑھائی جاتی، اُن کو امامت سے سُبک دوش کردیا گیا (معاذ اللہ) دوسرے اِمام کو چار ہزار میں بحال کرلیا گیا ہے۔ کمیٹی کے ذمہ دار سینہ چوڑا کرکے یہ بتا رہے ہیں کہ وُضوخانہ میں ٹائلیں، tiles, لگ رہی ہیں۔ مسجد میں ایک ٹن ton اور ڈیڑھ ٹن کے چار، اے، سی لگے ہوئے ہیں ,14000 کا بل ہر ماہ آرہا ہے۔ تھری فیس کی لائن لگی ہوئی ہے وغیرہ وغیرہ۔ اب اس خبر کی کس بات پر ماتم کریں کہ نئے امام صاحب کتنے نیک پارسا نکلے کہ صرف چار ہزار میں خدمت انجام دے رہے ہیں؟ یا کمیٹی کی بے حسی اور سابق امام کی تکلیف پر توجہ نہ دینے پر؟ یہ سوال بھی بہت اہم ہے کہ ہم اپنے گریبان پر بھی نظر ڈالیں تو بہت سی کمیاں نظر آئیں گی کہ ہم کس درجہ مطلب پرست ہوگئے ہیں کہ امامت جیسی متبرک ڈیوٹی پر مامور شخص پر بھی توجہ نہیں دیتے۔

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی بُرائیوں پر جو نظر تو نگاہ میں کوئی بُرا نہ رہا
(بہادر شاہ ظفر)

ہمارے عیب نے بے عیب کردیا ہم کو
یہی ہنر ہے کہ کوئی ہنر نہیں آتا
(مرزا رضا برقؔ)

خوبصورت مسجد، داڑھی ٹوپی والا مولوی:

دراصل جب سے جاہل کمیٹی والے صرف داڑھی ٹوپی والے ہی کو مولوی و مولانا، حافظ و قاری سمجھنے لگے اور مسجد خدا کے گھر کے بجائے خوبصورتی کے نام سے جانے جانے لگی کہ فلاں مسجد بہت خوبصورت ہے اس میں اے سی لگا ہے، وُضوخانہ میں ٹائلس لگے ہیں وغیرہ وغیرہ تبھی سے مسجدوں کی خوبصورتی بڑھانے، اے، سی لگانے کا کمپٹیشن بھی شروع ہوگیا، بجلی بل دس ہزار اور امام کی تنخواہ آٹھ ہزار تو پھر امام کس خانہ میں فٹ ہوگا۔ مساجد اللہ رب العزت کی عبادت کے لیے بنائے گئے وہ گھر ہیں جنہیں ایمان والے اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی نیت سے تعمیر کرتے ہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے:

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلاَةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلاَّ اللّٰهَ فَعَسٰى أُوْلَئِكَ أَن يَّكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ۔ یعنی اللہ کی مسجدیں صرف وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان لائے اور نماز قائم کی

اورزکوٰۃ ادا کی اوراللہ کے سوا(کسی سے)نہ ڈرے۔سوامید ہے کہ یہی لوگ ہدایت پانے والوں میں ہو جائیں گے۔

مگرقُربِ قیامت میں ایسے لوگ آئیں گے جومساجد کونقش ونگار سے مزین کریں کرکے اِس پرفخرکریں گے۔

گمراہ بھی ہم کبھی رہے ہیں☆اس فخرمیں کچھ عجب نشے ہیں

نمازیوں کے دل عبادت سے ہٹ کر سجاوٹ میں لگ جائیں گے۔سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک لوگ مساجد پرفخرنہ کرنے لگ جائیں''۔(سنن ابوداؤد-حدیث:449)

بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین نے مسجدوں کی سجاوٹ سےمنع کیا کہ اُمت کہیں ذکروعبادت اوراطاعت اِلٰہی سے توجہ ہٹا کر مساجد کی عمدہ سے عمدہ تعمیر وآرائش میں مصروف نہ ہوجائے۔

آج کی کمیٹیاں یہی کررہی ہیں۔بیچارے امام ومؤذن کی تنخواہ کی کوئی فکرنہیں کہ اس مہنگائی میں کیسے گزر بسر کر رہے ہیں۔صرف داڑھی ٹوپی والا کم صلاحیت کا امام رکھ لیا عوام کی نمازیں خراب ہو رہی ہیں انہیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں؟۔سیدنا ابو الدرداءفرماتے ہیں:''جب تم مساجد کی تزئین وآرائش میں مبالغہ کرنے لگوگےاورقرآن مجید کےنسخوں پرنقش ونگاربناؤگےتوتمھاری بربادی کوکوئی نہیں روک سکےگا''۔

(المصاحف لابن ابی داؤد-2/110)

امام بغوی رحمہ اللہ اورامام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہودونصاریٰ نے اپنے عبادت خانوں کی تزئین وآرائش اس وقت کی جب انہوں نے اپنی آسمانی کتب میں تحریف کی چنانچہ انہوں نے دین کوضائع کرکے رکھدیا اورتزئین وآرائش کواپنا مقصد بنالیا''۔

(فتح الباری-عمدۃ القاری)

آج ہم اپنے اردگرد نظردوڑائیں تو قیامت کی یہ نشانی بھی پوری ہوتی دکھائی دے چکی ہیں۔جب مسجد کی سجاوٹ پر ہی سارا دھیان وفوکس ہوتو پھر کمیٹی والوں کو یہ پہچاننے کی ضرورت ہی کیا ہے کہ اس چار،پانچ ہزار والے مولوی کے اندر امامت کی صلاحیت ہے کہ نہیں؟۔امامت کے شرائط وضوابط کیا کیا ہیں،کلامِ الٰہی قرآن مجید صحیح پڑھتا ہے کہ نہیں۔تجوید،(grammar) صرف ونحو کی رعایت رکھتا ہے یانہیں۔مسائل شرعیہ سے واقف ہے کہ نہیں۔(جوشرائط امامت میں اول درجہ رکھتے ہیں)

کمیٹی کوتو ایک ڈاڑھی ٹوپی والا امام مل گیا۔اللہ اللہ،خیر صلاّ،اللہ خیر فرمائے آمین۔اماموں کی بے قدری کے بہت سے واقعات ہیں،چونکہ میں خود 38 سالوں سے فی سبیل اللہ امامت کی خدمات انجام دے رہا ہوں۔اماموں کی اہمیت اورانکی حمایت میں مضامین لکھتا ہوں۔نہ صرف لکھتا ہوں بلکہ تحریک بھی چلا رہا ہوں وغیرہ وغیرہ،کیا کیا لکھوں۔ایک ہوتو لکھوں۔دوچار،دس ہوں تو گنواؤں۔زیادہ تر اِنتہائی افسوس ناک وشرمندگی والے واقعات ہیں۔لیجئے جناب ایک سچا واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

زمانہ قدیم سے جمعہ کی خطابت میں دین اسلام کی تبلیغ کے لیے بیان کرنے کا رواج چلا آرہا ہے۔اس بیان کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔20 سے 25 منٹ کا بیان بہت سوچ سمجھ کر دینا چاہئے۔سماجی زندگی،سیاسی حالات و اصلاح کی غرض سے عوام کو پیغام دینا

چاہئے۔ یہ تو ایک قابل عالم ہی دے سکتا ہے۔ 4000 والے داڑھی ٹوپی والے امام سے توقع رکھنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے،
بقول ڈاکٹر اقبال:

زندہ قوت تھی جہاں میں توحید کبھی
آج کیا ہے،فقط اک مسئلۂ علمِ کلام
میں نے اے میرسپہ تیری دیکھی ہے
قُلْ هُوَ اللّٰهُ کی شمشیر سے خالی ہیں نیام
آہ اس راز سے واقف ہے نہ ملا،نہ فقیہ
وحدت افکار کی بے وحدت کردار ہے خام
قوم کیا چیز ہے،قوموں کی امامت کیا ہے
اس کو کیا سمجھیں یہ بیچارے دو رکعت کے امام

اسی جمشید پور شہر میں حضرت مولانا۔۔۔صاحب نے جمعہ کے خطاب میں ''سُود'' جیسے قبیح گناہ کو موضوع topic بنایا اور قرآن واحادیث کی روشنی میں سُود کی بُرائیاں بیان کیں، بیچارے سیدھے سادھے عالم کو کیا پتہ تھا کہ کمیٹی میں اُونچے عہدے پر براجمان شخص سُود کا کاروبار چلاتا ہے؟ بس پھر کیا تھا بیچارے حق اور سچ بولنے والے امام کو دوسرے جمعہ منبر رسول پر چڑھنے نہیں دیا گیا۔ بیجا غلط الزامات کی بھرمار کر کے امامت جیسے متبرک پیشے سے سُبکدوش کر دیا گیا، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

مسجد کمیٹیوں کے ذمہ دران مسجد کے مالک بنے بیٹھے ہیں۔ امام اور مؤذنوں کی پرواہ کرنے والا کوئی نہیں،اِنتہائی کم صلاحیت والے امام ومؤذنین کی تقرری اسی لیے کی جاتی ہے کی اُن پر حکومت کی جا سکے،ظاہر سی بات ہے کہ مجبوری میں ایسی کم صلاحیت والے امام ومؤذن کمیٹی والوں کی چاپلوسی، چاٹو گیری کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ کئی جگہ بے نمازیوں کو کمیٹی میں جگہ دی جاتی ہے جن کو طہارت، غسل اور وُضو کے فرائض وواجبات وسُنن تک معلوم نہیں ہوتے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ مسجد کمیٹیوں میں نمازی حضرات تعلیم یافتہ،ایماندار،پرہیز گار لوگوں کو صدر وسکریٹری وممبران کو اِن خوبیوں کی وجہ سے منتخب کریں وغیرہ وغیرہ۔

علی الاعلان کیا کرتا ہوں سچی باتیں
چور دروازوں سے آندھی نہیں آیا کرتی

اماموں کی چپقلش،عوام کیا کریں: حالیہ دہلی کے سفر میں 12 نومبر 2021 کو چھتر پور کی "پارے والی مسجد'' میں جمعہ کی نماز پڑھنے کا موقع ملا (اس مسجد میں ایک ہی مسلک کے دو امام ہیں) نیچے کے حصہ میں حضرت مولانا غلام رسول خان نوری صاحب امامت کرتے ہیں۔اوپر کی منزل پر دوسرے امام صاحب حضرت مولانا مفید رضا صاحب نماز پڑھاتے ہیں۔کچھ بعید نہیں تیسری منزل تعمیر ہو اور تیسری منزل پر بھی الگ امام نماز پڑھانے لگیں؟، وقف پراپرٹی والی مسجد میں ایک ہی مسلک کے دو امام امامت کر رہے ہیں،اللہ خیر فرمائے آمین۔

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

دیگر مذاہب کی طرح مسلمانوں میں بھی مشربی انتشار، برادری کی رسا کشی، علاقائی تعصب، لسانی حمیت، جیسے آپسی وذاتی اِختلافات اور تنازعات عروج پر ہیں۔اسی طرح بدمذہب فرقوں نے بھی اپنی ہٹ دھرمی کی بنیاد پر مسلمانوں کو کئی حصوں میں بانٹ رکھا ہے۔اہل سنت

کے عقائدِ حقہ سے ہٹ کر ان لوگوں نے گمراہ کن راستے اختیار کر کے مسلمانوں کے شیرازے کو منتشر کر دیا ہے اور یہ سب چند زر خرید اور علما کے لباس میں ملبوس گمراہ لوگوں نے کیا ہے۔

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے تیرا
کہاں سے آئے صدا لا الہ الا للہ

☆

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز
بندہ وصاحب ومحتاج وغنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

کاش مسجد میں امام حضرات بھی ایک ہوتے؟

دنیا اچھے لوگوں سے خالی نہیں

لکھنؤ کی بیسمنٹ والی مسجد جو کہ تین منزلہ ہے، اسی سے متصل مدرسہ غریب نواز بھی چل رہا ہے۔ شمع وہار کالونی، باغ نمبر 2 (متصل) اموسی ایرپورٹ لکھنؤ کے صدر مدرس، خطیب و امام حضرت حافظ مبین صاحب جو کہ 18 سالوں سے باغ نمبر 2 بیسمینٹ والی مسجد میں امامت کر رہے تھے مسجد کی تعمیر وترقی اور مسجد کے اردگرد مسلمانوں کی بھلائی کی مہم چلائے ہوئے تھے۔ 7 دسمبر 2021 ,بروز سنیچر صبح 10 بجے چھت کی ڈھلائی کی تیاری میں سٹرنگ دیکھنے اُوپر چڑھے جو تقریباً مکمل ہو چکی تھی، کہ اچانک بلّی ہل گئی اور حافظ مبین صاحب نیچے گر گئے اور بے ہوش ہو گئے علاج ومعالجہ خوب ہوا اور ہو رہا ہے۔ آج تک قومہ میں ہیں۔ اب اُنہیں مسجد ہی کے حجرے میں رکھ کر علاج کرایا جا رہا ہے۔ صاف صفائی دیکھتے بنتی ہے۔ میں چشم دید ہوں اُسی مسجد میں میرا خطاب 5 نومبر 2021 کو محسنِ کائنات اور حقوقِ حیوانات کے موضوع پر ہوا۔ لوگوں نے بہت سراہا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ وہاں کے لوگ اور کمیٹی کے لوگ آج تک ان کی فیملی کا پورا خرچ اُٹھا رہے ہیں اور اُن کا پوری طرح سے علاج بھی کرا رہے ہیں۔ میڈیکل کالج لکھنؤ KGMU کے ڈاکٹر اسد عباس صاحب مسلسل علاج کر رہے ہیں۔ ان کے بچوں کا خرچ، ان کی پڑھائی کا خرچ اور ان کا مہنگے علاج کا خرچ کل ملا کر اب تک 35 لاکھ روپئے خرچ ہو چکے ہیں۔ متولی حاجی جمیل صاحب اور دوسرے صاحبان اور وہاں کے لوگ اور موجودہ امام حافظ نوشاد احمد یقیناً قابل مبارک باد ہیں۔ اللہ تمام لوگوں کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین

مسلمان کی مدد کرنے کا اجر:

مَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: ’’جو شخص کسی مسلمان کی دنیاوی مشکل حل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مشکلات میں سے کوئی مشکل حل فرمائے گا۔

(بخاری، ج؛2،ص،862،حدیث:2310)

اللہ انہیں امام کی خدمت کرنے کی اور توفیق دے آمین ثم آمین۔ آنے والے 7 دسمبر کو مکمل دو سال ہو جائیں گے اللہ کریم انہیں شفائے عاجلہ کاملہ مستمرہ عطا فرمائے آمین۔

ہاتھ خالی ہیں تیرے شہر سے جاتے جاتے
جان ہوتی، تو میری جان لُٹاتے جاتے

منقبت اعلیٰ حضرت

از قلم: مولانا پھول محمد نعمت رضوی، بانی امام احمد رضا لائبریری برہمپوری سرلاہی، نیپال

بھلا نازاں نہ کیوں وہ شخص ہوگا اپنی قسمت پر
جسے مل جائے منظوری رضا کے کارِ خدمت پر
کہے گا شعر کوئی کیا رضا کی شان رفعت پر
کہا جو آلِ احمد نے ہے ان کی ذاتِ عظمت پر
اگر ہو شخصیت احمد رضا جیسی تو لے آؤ
دیا ہو پہرہ جس نے کھل کے ناموس رسالت پر
کتابیں ایسی ایسی قوم کو دیں اعلیٰ حضرت نے
جہانِ علم ہے حیرت زدہ ان کی ذہانت پر
مرے مولا کبھی رشتہ نہ ٹوٹے اعلیٰ حضرت سے
اگر ہو موت بھی تو اہلسنت اور جماعت پر
فتاویٰ رضویہ نامی کتاب ایسی رضا کی ہے
فقیہانِ حرم بھی دنگ ہیں ان کی بصیرت پر
کہا جانے لگا ہے اعلیٰ حضرت اس لیے ان کو
گزاری زندگی اپنی فقط آقا کی الفت پر
ابھی تک چھپ نہ پائیں جو کتابیں اعلیٰ حضرت کی
ضرورت ہے توجہ دینے کی ان کی اشاعت پر
گداگر جھولیاں بھر بھر کے جاتے ہیں بریلی سے
جہاں سے جو بھی آتے ہیں دیار اعلیٰ حضرت پر
رسول اللہ کے عاشق ہیں جتنے ہیں رضا والے
نچھاور جان کرتے ہیں وہ ناموسِ رسالت پر
ابھی تک متقیوں کی جماعت رشک کرتی ہے
ہمارے مفتیٔ اعظم کے تقویٰ اور طہارت پر
فدا ہو کر ہوئے ہیں غیر مسلم صاحبِ ایماں
حضورِ حجۃ الاسلام کی شکل و شباہت پر
جنھیں دیکھے تو یاد آجائے صورت غوث اعظم کی
فدا ہو کیوں نہ دنیا مفتیٔ اعظم کی صورت پر
حکومت ہل گئی نسبندی کے فتوے پہ بھارت کی
رضا کے شاہزادے مفتیٔ اعظم کی جرأت پر
ہیں لیٹے قبۂ رضوی میں جتنے بھی خدا والے
چمک ہے منفرد انداز کی ہر ایک تربت پر
خدایا صدقے میں آلِ رسول پاک کے پیہم
رہیں انوار کھلتے مرقد ریحان ملت پر
ہیں نعمتؔ کتنے اچھے منتظم عرسِ رضا والے
دل و جاں سے لگے رہتے ہیں جو مہماں کی خدمت پر

اپیل

یادگارِ اعلیٰ حضرت

جامعہ رضویہ منظر اسلام کا تعاون فرما کر اس کے تعلیمی و تعمیری عروج و ارتقا میں ہاتھ بٹائیں

(ادارہ)

آئینۂ منظر اسلام

وہ منظر اسلام جسے سرکارِ اعلیٰ حضرت نے ایک آل رسول کی فرمائش پر ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء میں شہرستانِ عشق و محبت بریلی شریف کی سرزمین پر قائم فرمایا۔

وہ منظر اسلام جس کی بے مثال تعمیر و ترقی اور عظمت و رفعت حضور حجۃ الاسلام کی ارفع و اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کا ایک خوبصورت استعارہ ہے۔

وہ منظر اسلام جس کے گلشن علم وحکمت کی لازوال تروتازگی وشادابی میں سرکار مفتیٔ اعظم ہند کا علمی وروحانی تصرف ہمہ وقت کارفرما ہے۔

وہ منظر اسلام جس کی رعنائیاں اور تابانیاں سرکار مفسر اعظم ہند کے بے مثال ایثار وقربانی اور خلوص کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

وہ منظر اسلام جس کی عالمی شہرت اور مرکزی حیثیت حضرت ریحان ملت کی قائدانہ صلاحیتوں کا ایک روشن ومنور نمونہ ہے۔

وہ منظر اسلام کہ شاہ راہ ترقی پر جس کی تیز گامی میرے والد محترم حضور صاحب سجادہ کی پر عزم، مستحکم اور مخلصانہ قیادت ونظامت کی درخشاں و دیدہ زیب تصویر ہے۔

وہ منظر اسلام جو ماضی قریب کے اکثر اکابر اہل سنت کا قبلۂ علوم وحکمت ہے۔

وہ منظر اسلام جس نے قوم وملت کو ''تحریک تحفظ ناموس رسالت'' اور '' تحریک تحفظ عظمت اولیا '' کے بے شمار جانباز سپاہی عطا فرمائے۔

وہ منظر اسلام جو دینی وعصری علوم وفنون کے ساتھ اسلامی افکار ونظریات کی ترسیل وتبلیغ، عقائد اہل سنت کی ترویج و اشاعت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے عروج وارتقا کے لئے شب وروز سرگرم عمل ہے۔

وہ منظر اسلام جس کے فارغین کی ایک عظیم جماعت عالم سنیت کے خطہ خطہ میں مذہب ومسلک کی بے لوث خدمت کرنے میں مصروف کار ہے۔

وہ منظر اسلام جو اپنے تابناک ماضی کی ضیا بار کرنوں کی روشنی میں اپنے روشن ومنور مستقبل کے خطوط متعین کر کے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

ہاں ! یہی منظر اسلام آج آپ کے جذبۂ ایثار وتعاون کو آواز دے رہا ہے۔ آئیے! اور اس کے عروج وارتقا کے لئے دل کھول کر حصہ لیجئے تا کہ اعلیٰ حضرت کے اس عظیم ادارے کا یہ علمی وروحانی قافلہ یوں ہی اپنے سفر کی منزلیں طے کرتا رہے۔

فقیر قادری محمد احسن رضا

سجادہ نشین درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

United PRINTERS BAREILLY
(M) 9319623803, 9548639384

Monthly "Aala Hazrat" Urdu Magazine
84, Saudagran Street, Bareilly 243003-(U.P.)
Ph.: 2555624, 2575683-(Office)
Fax : 2574627 (0091-581)

R.N.P. NO. 6802/60 N.I.C.
POSTEL REGD. NO. U.P BR-175/2021-23
PUBLISHING DATE : 14th
POSTING DATE : 18th] EVRY ADVANCE MONTH
PAGES : 72 PAGE WITH COVER WEIGHY : 90 GRM

₹ 35/-

Editor : Mohammad Subhan Raza Khan (Subhani Mian)

SEPTEMBER 2022

دعوت خیر

طالبان علوم نبویہ کے قیام وطعام، منظر اسلام کے تمام شعبوں کے عروج وارتقا، دارالافتا کے عمدہ واحسن انتظام، لائبریریوں کی آرائش وزیبائش، ماہنامہ اعلیٰ حضرت کی مسلسل اشاعت، رضا مسجد کی زیب وزینت، خانقاہ رضویہ کی تب وتاب اور عرس رضوی کے وسیع انتظامات میں دل کھول کر حصہ لیں ۔

Printed Published & Owned by Mohammad Subhan Raza Khan "Subhani Mian" Printed at Raza Barqi Press, Moh. Saudagran Bareilly & Published at Office of Monthly Aala Hazrat 84, Saudagran Street Bareilly (U.P.)